

قَالَ رَسُولُ الْأَصْلَاءِ عَلَيْهِ سَلَامٌ إِنَّمَا يَعْمَلُ أَوْلَادُ إِبْرَاهِيمَ

مَعْرِواهُ الْبَنِي سَائِي

لِهِ

سَلَامٌ

# شِلْمَعْ

كـ

اَكْتَابِ الْيَسْوَارِ وَعَظَّمَ شَمْبَيْ

# تَقْدِيلُ الْمَثَامِ بِكَبِيرَةِ الْقِيَامِ

مِنْ حَكَمِ الْإِشَادَاتِ حَكَمِ الْأَمْرِ حَفَرَتِ مِنْ شَدَى مِلَانِي مِنْ لَانَا شَاهِ حَدَشَرَقِ عَلِيِّ بَنِي تَحَانَوِي وَامْظَلَ الْعَالَمَ

حَسَبِ قَرْمَالِيشِ حَنَابِ نَاطِمِ صَارِبِيَا وَالْمَوَاعِظَ تَحَانَهَ بَجْوَنِ ضَلَعِ مَظْفَرِيَّ

بَهْلَادِ اَخْتَرَشِ فَيْرِي عَلِيِّ عَجَفِيِّ عَجَفَهِ بَهْلَادِ

فَالْكُؤُشِرِ مَطَابِعِهِ بَهْلَادِ اَخْتَمَوِيِّ بَهْلَادِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْوَصْطِ الْمُسْمَى بِهِ

# تقليل لمنام + بصورة القيام

وهو بجز و الثاني من المجموعة الملقبة

ابواب المجاہدہ + واسباب المشاہدہ

ربن	نهی	لهم	لرضا	مه	مندا	لهم	نهی	لهم	نهی	لهم	نهی
رسان	نهی	لهم	لرضا	مه	مندا	لهم	نهی	لهم	نهی	لهم	نهی
رسان	نهی	لهم	لرضا	مه	مندا	لهم	نهی	لهم	نهی	لهم	نهی
رسان	نهی	لهم	لرضا	مه	مندا	لهم	نهی	لهم	نهی	لهم	نهی

الحمد لله نحْمَلُه و نستغفِرُه و ننْوَعِي مِنْ بَهْرَه و نتوَكِّلُ عَلَيْهِ و نخُذ  
يَا اللهَ مِنْ شَرِّ رُّؤْسَنَا و مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِي إِلَيْهِ فَلَا

مصل لہ و من بضلہ فلہ هادی لہ و شہد ان لَا اللہ الا اللہ وحده  
لا شریک لہ و شہد ان سیدنا و مولانا مُحَمَّدًا عبده و رسوله صلی اللہ علیہ و علی الہ و اصحابہ و بارگھ و سلم اما بعد فاعود  
بِاللَّهِ مِن الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ . وَالذِّينَ  
جَاهُوا فِي نَحْنُ نَهَدِي يَنْهَا وَأَنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝

غالباً سامعين کو یاد ہو گا کہ گذشتہ جمعہ کو بھی یہی آیت پڑھی گئی تھی اور اسکی تفاسیر میں بہت سے ضروری مضامین بیان ہوئے تھے مگر اس واپس سیب کا مجاہدہ ۵ تھا جس کے چار کان تبلائے گئے تھے، تقلیل طعام - تقلیل منام - تقلیل کلام - و تقلیل الاختلاط مع الانام - اور یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ تقلیل طعام کو شریعت نے روزہ کی صورت میں مقرر فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ جو صورتیں اہل مجاہدہ نے تقلیل طعام کی اختیار کر رکھی ہیں شریعت میں اس کی مقصد دستیت کی اصل نہیں۔ اور اس کے ضمن میں وجوہ ترجیح مجاہدہ شریعہ کی مجاہدہ عرفیہ پر بیان کی گئی تھیں جنکا عدد اس وقت یاد نہیں اور اس وقت دو وجوہ ترجیح اور یاد آئے وہ یہ کہ مجاہدہ عرفیہ مرض نہ ہے فتنہ و غائلہ کا اور مجاہدہ شریعہ میں ایسے اتحمال نہیں میں اس کی یہ ہے کہ جو طریقہ مجاہدہ تقلیل طعام کا مرتباضمین میں مستعمل ہے کہ کوئی ایک وقت کھانا کھاتا ہے کوئی دو وقت کھاتا ہے تو غذا میں بہت کمی کر دیتا ہے اس طریقہ سے عجب و نازدیکی ہو جاتا ہے وہ اپنے آپ کو بزرگ خیال کرنے لگتا ہے کہ میں بڑا صاحب مجاہد ہوں کہ دوسروں سے کم کھاتا ہوں۔ اور جو اس سے زیادہ کھاتے ہیں انکو وہ بہاگم و جانور سمجھتا ہے کہ یہ لوگ خاک مجاہدہ نہیں کرتے اور کوئی عجب کا علاج ممکن ہے مگر شاہدہ یہی ہے کہ عجب کا اکثر علاج نہیں کیا جاتا۔ اور علاج کرے کیونکروہ تو اپنی حالت کو اچھی سمجھتا ہے کیونکہ عجب کے معنی ہی یہ ہیں کہ اپنی حالت کو اچھا سمجھے اور جب وہ اپنی حالت کو اچھا سمجھے کا تو علاج کیسے کرے گا اور اگر علاج کرنا بھی چاہے تو ایک مارغ قوی ایسا ہے جسکی وجہ سے ضعف اور کو علاج کی تھمت نہیں ہوتی۔ اصول سے اس عجب کا علاج (جو کم کھانے سے پہلے ہوا ہو) یہ ہے کہ خوب کھانے لگے۔ مگر اس میں انکو یہ عار دامنگیر ہوتی ہے کہ تیراگم

اکھاتا تو مشسور ہو چکا ہے اب اگر کھانے پر گرے گا اور خوب کھانے لگے گا تو لوگ کیسے گے  
 کہ بس اپنی اصل کی طرف لوٹ آئے ایک وقت کھانے پر نباہ تو نہ ہو سکا۔ اب یہ شخص محض  
 مخلوق کے دکھ لئے کہ ایک وقت کھاتا ہے تاکہ اس کا مجاہدہ لوگوں میں بنارہے اور بیداریا  
 کا شعبہ ہے اسکا علاج بھی وہی ہے کہ قلب کھانے لگے اور ایک وقت یہ بگڑو۔ وقت کھانے لگے یہ علاج ایسا ہے کہ کام اس سے  
 مابغع ہے یہ اس کا بھی رفع ہے مگر اس کے لئے ہمہت کی ضرورت ہے کہ ایک دفعہ کو  
 تنگ و غار کی پرواہ کرے انکو چھٹھے میں ڈالے اس کا خیال نہ کرے کہ لوگ کیا کیسے گے  
 پھر تو اس علاج میں کچھ بھی دشواری نہیں دشواری اُسی وقت تک ہی جب تک یہ عجب  
 دل میں بھرسے ہو سے ہیں اور یہ ہر سے سنگین امراض ہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ بیداری و عجب  
 اقبال میں سے سب سے اخیزیں نکلتے ہیں واقعی ان دونوں سے بہت ہی کم لوگ بچے  
 ہوئے ہیں اور نہ اکثر لوگوں کے قرگوں میں عجب و بیداری کی بھسما ہوا ہے جسے کہ بعض  
 اوقات بیداری سے پچھنے کی صورت میں بیداری ہوتی ہے۔ پسنا پچھے بعض ذاکرین جنکو ذکر جبرا علیم  
 کیا جاتا ہے وہ یوں کہتے ہیں کہ حضرت اس میں تو بیداری ہوتی ہے۔ یعنی ہمیں ذکر خفی کی اجازت  
 دیدیں جائے مگر بیدار کھو اس میں نفس کا ایک کید ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ بسمی میں کید  
 ہونا ہے بلکہ اس کا دادا شیخ محقق کی رائے پر ہے جس کے لئے شیخ ہی خود ذکر خفی تجویز کرے  
 اس میں تو کید نہیں اور جس کے لئے شیخ جبرا علیم کو تجویز کرے تو اسکیں  
 کید ہے اور وہ کید یہ ہے کہ یہ شخص یوں چاہتا ہے کہ میں ذکر میں آزاد رہوں لوگ میری  
 ناخن سے مطلع نہوں اور یہ آزادی ذکر خفی ہی میں ہو سکتی ہے اگر تم سال بھر بھی ذکر نہ کرو  
 تو ملنے والے یہی سمجھتے رہیں گے کہ چیکے چیکے کام کر لیتے ہوں گے اور ذکر جبرا علیم کرے  
 ایک رات بھی آنکھ کھلی تو سارا محلہ جان جائے گا کلم ج آنکھ نہیں کھلی بس سارا زور شور  
 ختم ہو گیا تو اس میں ناغہ کافوراً بھانڈا چھوٹ جاتا ہے اس لئے جب کوئی مجھ سے کہتا ہے  
 کہ ذکر جبرا علیم تو بیدار ہوئی ہے میں کہدیتا ہوں جس دن ناغہ ہو گا اس دن تو اضع بھی پیدا ہو  
 جائے گی خود شرعاً کے کہ میری ناغہ کی سب کو اطلاع ہو گئی۔ اور ذکر خفی میں یہ تو اضع کہاں  
 نصیب ہے۔ چاہے روز ناخن کرتے رہو لوگ تجھمیں گے کہ ہو لسن اذکر خفی کیا کرتے ہیں اسی

آتی چاہے مولانا سوئی رہے ہوں۔ اس لئے یہ وسوے و اہیات اور فضول میں اواز نہیں کر جہر میں ریا ہوتی ہے اس کا فرشا بھی ریا، و عجیب یہی ہے کہ تم اپنے نقش کو لوگوں سے کہ ذکر جہر میں ریا ہوتی ہے۔ کہ جہر کا دل الفرض تقلیل طعام کی جو صورت مرتاضیں چھپانا چاہتے ہو اور اس کا اعلان جیسی ہے۔ کہ جہر کا دل الفرض تقلیل طعام کی جو صورت مرتاضیں میں مستعمل ہے اس میں عجیب و کبر کا بڑا اغائلہ ہے اور اس کا اعلان جو مختفیتیں کے اصول پر خوب کھانا ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی عبادت میں عجیب کا احتمال ہو تو اس کو ترک کر دے کھانا ہے میرا یہ مطلب عبادت چھوٹ جائیں گی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کسی عبادت کے اس طرح تو سب عبادات چھوٹ جائیں گی۔ بھی مطلب یہ ہے کہ جب کسی عبادت کے دو طریقے ہوں جن میں سے ایک میں تو عجیب کا مظنه ہو اور دوسرے میں عجیب کا احتمال بھی نہ ہو تو دوسرا طریقہ بہتر ہے اور شریعت نے جو صورت تقلیل طعام کی مقرر کی ہے (کہ وزہ میں صرف کھانے کے اوقات کو بدل دو عذاء میں کمی نہ کرو ۱۲) اس میں عجیب تو کیا پیدا ہوتا بلکہ اس کا مقابل تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ افطار کے وقت ایسا روزہ دار ہندے کے پانی پر برف پر اور مختلف قسم کے کھالوں پر گرتا ہے۔ رمضان میں اکثر گھروں میں اور دنوں سے زیادہ کھانے پکتے ہیں۔ روٹی والی کے علاوہ گوشت اور بچپنے کے دانے وغیرہ بھی پکائے جاتے ہیں پھر احباب بھی کچھ بھروسہ میں تو مفتان میں ایسے مختلف کھانے کھاتے ہیں کہ امراء کے بھی اپنے پر جاتے ہیں۔ تو جو شخص اتنی چیزوں پر گریخا اس میں عجیب کیا پیدا ہوتا وہ اپنے کو بہت ہی شرمندہ پائے گا کہ آج میں کتنا کھا کیا لوگ اکیا کہتے ہوں گے اور پھر فرمایہ ہے کہ اس کے ساتھ مجادہ بھی حاصل ہو کیا جانا پچھہ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور ایک منفسہ مجادہ عرفیہ میں وہ ہے جس کو میں اپنے احباب کر سا منے اکثر کہتا رہتا ہوں اور اس کو میں نصف العالم کہہ سکتا ہوں وہ یہ کہ مجادہ عرفیہ والا اپنے اعمال کو زیادہ اور نعماء الیہ کو کم سمجھتا ہے اور دوسرے لوگوں کو اعمال میں کم اور نعماء سے زیادہ مشتفع ہونے والا خیال کرتا ہے۔ نیز خیال کرتا ہے کہ لوگ لذات سے مشتفع ہیں اور میں لذات سے الگ ہوں حالانکہ تقلیل طعام تو مجادہ ہے مگر ترک لذات مجادہ نہیں یہ محض اہل ریاضت کی عادت ہے جو دلیل شرعی نہیں ہو سکتی۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں دیجئے الذا لا شیما و نیما میں وقوع ہے لیکن شریعت نے شخص نکاح

اس کی تر غیب دی ہے حدیث شریف میں ہے۔ یا معاشر الشباب من استطاع  
من کم الباءۃ فلیتزوج فانہا أغض للبصر واحسن للفرج۔ اور تر غیب  
نکاح سے محض شرموت ہی مقصود نہیں بلکہ لذت بھی مراد ہے۔ ورنہ کشمرمتوت کی تو اور بھی صورتیں  
تھیں چنانچہ رہبانیت ہے اختصار ہے کافور کھالینا ہے بعض صحابہؓ نے اپنے اجتہاد سے  
یارا، بیوی کو دیکھ کر اختصار کی اجازت چاہی تھی۔ تحضور نے نہایت سختی سے منع فرمایا۔ پھر  
شریعت میں عزل سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں شمع کامل ولذت امکل نہیں ہوتی اگر  
نکاح سے محض کشمرمتوت ہی مقصود ہوتی تو عزل پرانکار نہ کیا جاتا اور کوئی بعض لضم و صوص سے اس تر غیب  
سے مقصود تو والد ہے لیکن وہ خود موقوف ہے لذت پر تو مشروط کی تر غیب شرط کی تر غیب ہے  
پھر نکاح کی تر غیب کے بعد کثرت وقوع سے بھی شریعت نے منع نہیں کیا چنانچہ (قلت و کثرت طعام کے  
لئے تو کچھ حدود حدیث میں وارد بھی ہیں۔ ثلث لطعامہ و ثلث لشرابہ و ثلث لفسم۔ کہ  
تمامی پیٹ کھانے میں بھرے اور تمامی پانی میں اور تمامی سالنس کے لئے رکھے ملگا) کثرت  
و قوع کے لئے شریعت میں کوئی حد وار و نہیں۔ شریعت نے اس سے بحث ہی نہیں کی یہ  
بلیں سملہ ہے اس سے اطباء بحث کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کثرت و قوع سے بالحن  
کو ضرر نہیں ہوتا ورنہ شریعت اس سے ضرور بحث کرتی پھر اہل شریعت کا طرزِ عمل دیکھو تو انہیں  
سب سے بڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور کی یہ حالت تھی کہ تقلیل طعام تو آپ نے  
کی ہے لیکن تقلیل و قوع کا آپ کے یہاں اہم امداد تھا آپ کے پاس نوبیساں بھیں اور وہ خاص  
بانیاں ملا کر گیا رہ کا عذر و پورا ہو گیا تھا تو بعض دفعہ آپ نے ایک رات میں سب سے فاخت کی  
ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ قوت بھی اور لوگوں سے بہت زیادہ تھی حضرات صحابہؓ فرماتے  
ہیں کہ تم یا ہم کہا کرتے تھے کہ حضور میں نہیں مددوں کی قوت ہے اور بعض روایات میں چالیس  
بھی آیا ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے آپ کو امداد سے زیادہ بیساں رکھنے کی اجازت دی بلکہ  
حضور نے جو نو<sup>۹</sup> پر اکتفا کیا یہ بھی آپ کا صبر تھا۔ ورنہ آپ کو تو نیس چالیس نکاح کرنے چاہیے  
تھے اپنی قوت کے موافق مگر بخاری<sup>۹</sup> نو<sup>۹</sup> ہی پرشور مچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ نے بہت  
نکاح کئے حالانکہ کثرت و قلت امور اضافی ہیں بخاری قوت کے اعتبار سے اگر یہ مقدار

زیادہ ہے تو کیا یہ عدۃ حضور کی قوت کے اعتبار سے بھی زیادہ ہے ہرگز نہیں آپ کی قوت کے  
حکایت سے تو یہ کچھی نہیں غرض حضور نے کثرت و فلائع سے احتراز نہیں فرمایا۔ اگر یہ مضر باطن ہوتا  
تو آپ ضرور اس سے احتراز کرتے اس پرشاید کوئی یوں کہ کہ حضور کو اس سے باطنی ضرر نہ تھا  
اس نے آپ احتراز نہ کرتے تھے۔ مگر، ہم کو احتراز کرنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے  
جس کا جواب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس کا قصہ حادیث میں اس طرح  
ہے کہ حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم سے بعض صحابہ نے حضور کے معمولات پوچھے  
انہوں نے ظاہر فرمایا جس کا حاصل یہ تھا۔ کہ آپ رات کو کچھ دیر سوتے ہیں۔ کچھ درجاتے ہیں  
کچھ دیر عبادت کرتے ہیں۔ کچھ وقت بییوں کی باتوں میں صرف کردیتے ہیں کبھی روزہ رکھتے ہیں  
کبھی افطار کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں فَكَانُهُمْ تَقَالُوْ هَا وَقَالُوْ أَيْنَ مِنَ النَّبِيِّ  
صلی اللہ علیہ وسلم وَقُلْ غَفِرَ اللَّهُ مَا تَقْدِيمُ مِنْ ذَنْبٍ وَمَا تَأْخُرُ فَقَالَ  
أَحَدُهُمْ أَمَا إِنَّا نَأْفَاصِلُ الْلَّيلَ أَبْدًا وَقَالَ أَخْرَانَا أَصْوَاتُ الْنَّهَارِ أَبْدًا  
وَلَا فَطَرُ وَقَالَ الْأَخْرَانَا اعْتَزَلَ النِّسَاءُ فَلَا اتَزَوْجُ أَبْدًا۔ یعنی ان  
حضرات نے حضور کے دستوار لعل کو سمل دیکھ کر قلیل سمجھا اور کہنے لگے کہ حضور کو تو زیادہ  
عمل کی ضرورت نہیں اور تقلیل عمل مضر نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے  
پہلے گناہ بخش دئے ہیں (بالفرض اگر ہوں ورنہ آپ میں گناہ کا وجود ہی نہ تھا) لیکن یہم  
کو بوجہ اپنے نقشان مرتبہ کے زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔ اس نے ایک نے قسم کھالی کر  
میں تو آج سے تمام رات نہ سوؤں بگایے عمل شاق تو اس نے اختیار کیا۔ دو سکر بولے  
کہ میں ساری عمر روزے ہی رکھا کروں گا۔ تیسرا بولے میں کبھی زکار ہی نہ کروں گا صحابہ  
کی بھی عجیب حالت تھی کہ حضور کے عمل کو قلیل دیکھ کر یہ خیال نہیں پیدا ہوا کہ لا اور ہم بھی کمی  
کیا کریں کیوں مصیبت میں ٹڑے واقعی ہم تو اپنے مرشد کی عبادت کم دیکھ کر کی کمیں کہ ہم  
کو بھی زیادہ کیا ضرورت ہے۔ مگر صحابہ نے اس کے بر عکس یہ کہا کہ گو حضور کم کریں مگر، ہم کو  
زیادہ ہی کرنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ان حضرات کی خیالات  
کی غلطی ظاہر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم نے ایسا ایسا کہا یاد رکھو میں تم سے زیادہ حق تعالیٰ

سے ڈرتا ہوں لیکن باوجود داس کے اصول و افطروں اصلی و ارقل و اترد  
 النسائے فمیں مرغب عن سنتی فلیس منی متفق علیہ یعنی میں کبھی روزہ رکھنا  
 ہوں کبھی افطار کرتا ہوں اور کچھ جاتا ہوں کچھ سوتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا  
 ہوں (ایسی میری سنت ہے) اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے پچھے  
 تعلق نہیں رکھتا۔ تو دیکھئے ان صحابہ کے خیال کا یہی حاصل تھا کہ حضور کو لذات کا استعمال  
 سے ضرر نہیں ہوتا۔ مگر ہم کو ضرر ہو گا اس لئے ہمیں لذات سے بچنا چاہئے۔ مگر حضور نے اس  
 خیال کو خلاف سنت بتلا یا..... پس ثابت ہوا کہ کثرت و قلع سے ضرر  
 کا اعتقاد رکھنا دینا میں بدعت ایجاد کرنا ہے۔ بال یہ ضرور ہے کہ کثرت و قلع میں ہر شخص کو  
 اپنی قوت کا اندازہ کر لینا ضروری ہے۔ اسراف تو ہر شے میں مذموم ہے پھر حضور کے بعد صحابہ  
 کے طرزِ عمل کو دیکھا جاوے۔ تو حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ رمضان میں افطار کر کے  
 عشا کے وقت تک گیارہ عورتوں سے فارغ ہوا کرتے تھے ان میں باندیاں بھی تھیں۔  
 شاید کوئی یہ کہ مغرب سے عشا تک وقت ہی کیا ہوتا ہے جس میں گیارہ سے فاغنٹ کرتے  
 تھے اور اگر جلدی جلدی فارغ ہوتے تھے تو یہ ان کے ضعف کی دلیل ہے اس کا جواب  
 یہ ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں عشا کی نمازوں میں ہوتی تھی اس لئے ان کو کافی وقت ملتا تھا  
 اور ہم اس لئے جلدی پڑھنے ہیں کہ شاید زیادہ دیر کرنے سے کوئی نمازی کونہ آوے اور کہیں کیوں  
 کیوں ہمیں یہی سب سے پہلے اپنا ہی اختیال ہے کہ شاید ہم یہ نہ آویں۔ غرض صحابہ کا  
 کثرت و قلع میں یہ طرزِ عمل تھا۔ اور عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ یہ وہ بزرگ ہیں جو اتباع  
 سنت و زهد و عبادت میں صحابہ کے اندر نہ تماز تھے ان کے طرز سے بھی معلوم ہوا کہ کثرت  
 و قارع زہد و عبادت کے خلاف نہیں اور نہ باطن کو مضر ہے اور یہ میں یہی کہ چکا ہوں کہ  
 اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی لذت نہیں۔ جب شریعت نے اس نے نہیں روکا بلکہ غریب  
 دی ہے تو نابت ہو گیا کہ ترک لذات کو مجاهدہ میں کوئی دخل نہیں یہ محض اہل ریاضت  
 کا معمول ہے اگر اس میں اعتقاد فاسد ہے تو ایک طبی معا بھے ہے لیس افطار میں شربت  
 و برف پینیا خلاف مجاهدہ ہرگز نہیں۔ میں تھا کہ رہا تھا کہ مجاهدہ عفیہ والے کی نظر اپنے مجاهدہ

پر ہو جاتی ہے وہ اپنے کونغا، الہیہ سے بہ نسبت دوسروں کے کم شفعت سمجھتا ہے اور زیادہ طھانے والا اس بلا میں مبتلا نہیں ہوتا۔ وہ تو اپنے کو سر سے پیڑنک خدا کی نعمتوں میں غرق پاتا ہے اور کیھر سمجھتا ہے کہ سن بجا ہدہ کیسا خاک کرتا ہوں روزہ افطار کر کے تو میں نے اتنا کھالی پا کر دوآمدی بھی اتنا نہ کھاتے اس لئے اس میں تو اضع کی شان پیدا ہوتی ہے اور جو تقلیل طعام کرنے والا اپنے کونغا، الہیہ سے کم شفعت ہونے والا سمجھتا ہے وہ احمد بس خدا کی نعمتوں کو روئیوں ہی میں منحصر سمجھتا ہے، حالانکہ اس کے سوا اور بزاروں نعمتوں خدا کی اس پڑیں جن تیر یہ شخص سر سے پیڑنک غرق ہے۔ مثلاً درندوں اور سانپ پھبوئے حفاظت کی جاتی ہے یعنی بڑی نعمت ہے خدا نے لباس دیا یہ نعمت ہے عالم دیا یہ نعمت ہے عدو جاہ دی یہ نعمت ہے اپنے ذکر کی توفیق دی یہ نعمت ہے مکان دیا بیوی نجود یہ نعمت ہے مزمیان لوگوں میں رکھا یہ نعمت ہے اس نعمت کی قدر بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں مگر جب کہیں غیر مذکور میں سفر کا اتفاق ہو جماں کی زبان آپ نہ جانتے ہوں اور نہ وہاں کوئی آپ کی زبان جانتا ہو تو بہ اس کی قدر معلوم ہوتی ہے کہ ہم زبانوں میں ہونا کتنی بڑی نعمت ہے۔ ایک حاجی اپنا قصہ بیان کرتے تھے کہ وہ حج کو جاتے ہوئے راستہ میں سولیں پرا تر پڑی وہاں اردو داں کوئی نہ تھا، اب بہ اپنے پئے مکان اور کھانے کا انتظام کرنا چاہتے ہیں مگر ان کی سمجھ کوں بیجد پریشان ہوئے ایک شخص نے صرف ہندی داں کا پتہ بتایا کیا ہوئے چار روپ اجرت کے لئے وہ ڈاک خانہ کا ایک ملازم تھا یہودی تب بہ اس کے پاس بیوپنے۔ اور نہ معلوم پہلے شخص سے اجرت کا معااملہ کیوں کر لے کیا ہوگا اور کس طرح اشاروں میں یہ مفہوم ادا کیا ہو گا کہ میں کسی ہندی داں سے ملنا چاہتا ہوں کیا خپڑیاں باہر نکالی ہو گی یا کس طرح سمجھایا ہو گا زیان باہر نکلا لئے پر ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شخص ہر خردی کر لایا کسی نے اس کی قیمت پوچھی اُس کی قیمت کیا رہ رہ پے بتانا چاہتا تھا۔ مگر یہ لغت یاد نہیں لیا اسلئے اس نے کیا رہ روپیہ کا عدد دا اس طرح بتایا کہ اول ایک پا تھکی انگلیاں کھول کر پائیں کا عدد بتایا پھر دوسرے کے راتھ کی انگلیوں سے پانچ اور بتلانا چاہا تو رسی ہر ن کی منزہ میں پکڑا لی دس تو یہ ہوئے پھر کیا رہوا بتایا کے لئے جیب باہر نکال دی ترکیب تو اچھی نھیں مکریتی تھی

یہ ہوا کہ ہر ان بھاگ گیا، تو صاحبوزبان کا لفظ بھی خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس کو  
ہمدرات دن پنجی کی طرح چلاتے رہتے ہیں بھوزبان دینے کے بعد ہم زبانوں میں رکھنا یہ  
بھی بڑی نعمت ہے مولانا فرماتے ہیں۔ ۵

ہر کہ او از ہم زبان ن شد جدا ۶ بے نا شد گر بھ دار و صد نوا  
مولانا نے تو کسی اور حالت پر فرمایا ہے۔ مگر اس حالت پر بھی چیز بیان ہوتا ہے  
مولانا کی مراد تو ہم زبان باطنی یعنی ہم راز ہے تجھ محقق ہو جماعت  
ذا کریں ہو، کہ جب ذا کراپے تج یا اپنی جماعت سے الگ ہوتا ہے تو سخت اجس میں چاہتا  
ہے۔ واقعی ناہلوں میں چنسکر اپنی جماعت کی قدر ہوتی ہے تو مولانا کی مراد ہم زبان  
ہم زبان باطن ہے۔ کیونکہ اس طبق میں ظاہری ہم زبان کی ضرورت نہیں اگر طالب و شیخ کی  
زبان جدا جدا ہو جب بھی فیض ہوتا ہے، حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک  
رومی شیخ آئے تھے جن کا نام تھا سعد افندی حضرت اُس وقت مثنوی پڑھا رہے  
تھے اور تقریباً راردوہی میں فرمایا کرتے تھے مگر وہ محظوظ تھے ایک خادم نے حضرت سے  
عرض کیا کہ اگر یہ اردو نہیں توان کو اور زیادہ حظ آتا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس حظ کے لئے  
اس زبان کی ضرورت نہیں اور یہ شعر پڑھا۔ ۷

پارسی گو گر بیتازی نو شترست ۸ نہ عشق را خود صد زبان دیگر است  
بوئے آں دل بچو پرانی شود ۹ ایں زبانہا جملہ جیساں می شود  
تو دیکھئے ہم زبانوں میں ہونا کتنی بڑی نعمت ہے۔ مگر وہ احمد بن القیمتیوں پر نظر نہیں  
کرتا وہ صرف دو روئیوں ہی کو نعمت سمجھتا ہے۔ حالانکہ حق تعالیٰ کی نعمتیں ایسی ہیں کہ  
و ان تعذ و ان نعمت اللہ لا تخصو ها جس کا ادنی طبیقت امتحان وہ ہے جو سب سعد  
علیہ الرحمہ تے بیان فرمایا ہے۔ ہر نفسے کے فروٹی رو دمجد جیات است و چوں می آیہ مفرح  
ذات پس در ہر نفسم دل نعمت م موجود است و در ہر نعمت شکرے واجب یعنی جو سالش  
اندر جاتا ہے۔ معین حیات ہے اور جو سالش باہر آتا ہے وہ روح کا مفرح ہے اسے  
ہر سالش میں دل نعمت ہیں اور ہر نعمت پرشکروا جب ہے اب خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا

احصا کیوں نکر ہو سکتا ہے تم جتنی مقدار معین کرو گے ہر سالنس پہلی میزان کو غلط کر دے گا بلکہ خود بس اننس ہی ایک لغمت ایسی ہے کہ اس کا بھی احصا نہیں ہو سکتا بعض لوگوں نے صبیں دم کر کے اس لغمت سے متفع ہونے میں بھی تقلیل کی ہے مگر اس لغمت میں تقلیل کا قصد کرنا ان کا بیوودہ ہیں ہے۔ اور میں جتنیں دم کو بیوودہ نہیں کہتا بلکہ اس خیال کو بیوودہ کرتا ہوں۔ یعنی تقلیل لغمت کے خیال سے صبیں دم کرنے کو ورنہ صبیں دم تو بعض غاضب محمودہ کے لئے بزرگوں نے بھی کیا ہے۔ شیخ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایک مرتبہ ایک تجھی کے اشتیاق میں جو ایک بار پہلے حاصل ہوئی تھی صبیں دم کر کے یہاں تک عزم کر لیا کہ جب تک تجھی شہ ہو گی سالنس نہ چھوڑوں گا جب بہت دیر ہوئی اضطرار اشدید کے ساتھ جو سالنس چھوٹا ہے اُس کے صدمہ سے پہلی لوت کئی۔ اُس وقت وہ تجھی ظاہر ہوئی اور اس میں ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس میں معجون کی طرح کوئی دوا تھی وہ ان کے مذہ میں ڈال دی کئی۔ اُس کے کھاتے تھی پہلی جڑائی ماوراء کی حالت میں یہ بھی حکم دیا گیا کہ چوڑہ کا شور با چند روز بپیو۔ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جو ان کے پیش تھے اس واقعہ کی اطلاع دی انہوں نے اُسی روز سے چوڑہ کے سور بے کاؤن کے لئے اہتمام فرمادیا۔ مگر خدا کے لئے کوئی صاحب غلط کشف نہ کھڑکیں کہ روز آگر من کو سنبھالیا کریں کہ آج مجھے یہ کھانے کا حکم ہوا ہے آج یہ پینے کا حکم ہوا ہے یہیں ایک شیخ پورب کی طرف میں اُن کے یہاں کشف کا بازار بڑا گرم ہے اُن کے مریدوں کو روزا یسے ہی کشف ہوتے ہیں کہ آج حکم ہوا ہے کہ فلاں شخص کو اتنے روپے دیدیں فلاں یک فاخ کر دو۔ فلاں جگہ عرس میں شرکت کرو۔ فلاں ملازم کو ترقی دو۔ فلاں کو معزول کر دو۔ اور وہ خدا کے بندے سب کو صحیح سمجھتے ہیں سو خوب سمجھ لونک شیخ محقق کے یہاں جوئے کشف نہیں پہل سکتے وہاں قلعی کھل ہی جاتی ہے تو پھر کفرش پڑنے لگتے ہیں۔ اور شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ جس خاص تجھی کے اشتیاق میں صبیں دم کر کے پیش تھے اُس کا پہلی بار حاصل ہونے کا واقعہ یہ ہوا تھا۔ کہ شیخ افلام الدین بخی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد تعلیم ذر و شغل کے تنظیم بریت سے یہ معلوم کر کے کہ ذکر و شغل سے ان میں عجب ہو گیا ہے سب ذکر و شغل

چھوڑوا کر معا بچے کے طور پر شکاری کتوں کی خدمت ان کے سپرد کی تھی۔ ایک مرتبہ یہ ان کتوں کو خنگل میں لے جا رہے تھے کہ کتوں نے دور سے کسی شکار کو دیکھا۔ اب وہ کماں تھے وہ بھی ہرن ہو گئے کچھ دور تو شیخ ابو سعید ان کے ساتھ ساتھ بھل گئے رہے جب دیکھا کہ یہ میرے قابو سے باہر ہیں تو اس خوف سے کہ کہیں رسی ہاتھ سے چھوٹ جائے اور کتے بھاگ جائیں تو شیخ کا اعتاب ہو گا انہوں نے کتوں کی زنجیر کو اپنی مکر سے باندھ لیا کتوں نے جوزوں میں دوزنا شروع کیا تو بیچارے نے سنبھل سکے گر ڈپے اور اب یہ حال ہے کہ تے دوزتے چلے جا رہے ہیں اور یہ ڈھیلوں تھروں پر محسنے جا رہے ہیں بدن میں کافی چہرہ رہے ہیں میری چوت آرہی ہے مگر یہ راضی ہیں۔ اسی حالت میں ان پر ایک خاص تجالی مخدودار ہوئی جس کی لذت میں سب تکالیف بھول گئے۔ ادھر حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ پران کی حالت مکشوف ہوئی تو خدام سے فرمایا کہ ابو سعید پر اس وقت خدا کا فضل ہو گیا اور خنگل میں اُسے دولتِ نصیب ہو گئی جاؤ اُس کو اٹھا لاؤ پھر اُسی وقت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کی روحاںیت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مکشوف ہوئی کہ شیخ فمارا ہے ہیں نظام الدین؟ محنت یعنی کا تو مضاف اُنہیں ملکہ حکم نے یعنی ہمارے مجاز نے نہیں اتنی محنت سنی تھی شیخ نظام الدین شیخ کے اس عتاب سے کانپ اٹھے اور پھر بھی شیخ ابو سعید سے ایسی محنت نہیں لی۔ تھوڑی دیر میں جو شیخ ابو سعید خنگل سے آئے تھے نے ان کو پھر ذکر و شغل میں لگادیا جس کے بعد وہ صبس دم کا قصر ہوا۔ اس قصہ کے بعد شیخ نے فرمایا ابو سعید جو دولت میں تھا رہے گھر سے لا یا تھا وہ آج تم کو سونپ رہا ہوں گویا حصولِ نسبت کی لبشرات تھی۔ اسی طرح شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے قصر کی ناظیر شیخ سرزی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی ہے جو مولانا نے ملنوکی میں بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے بھی کسی تخلی کے شوق میں جب کسی مجاہد سے کام نہ چلا حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا تو وہ تخلی ہو ورنہ میں اپنی حیات کو منقطع کر دوں گا وہاں سے جواب ملا کہ زندگی تیرے قبضہ میں تھوڑا ہی ہے۔ دیکھیں حیات کو کیسے منقطع کر دو گے انہوں نے فوراً اپنے کو پہاڑ کے اوپر سے گرا دیا۔ مگر کچھ بھی نہ ہوا چوت تک بھی تو نہ لگی اب یہ

بڑے جنجلائے اور کمایہ کیا مصیبت ہے کہ نہ مر نے دیں نہ بھینے دیں یہ نازک مقام تھا اسلئے ایسے الفاظ کہتے اور ان کے لئے یہ الفاظ خلاف ادب نہ تھے ہر و قرن کا جدا ادب، ہر مولانا فرماتے ہیں۔ ۵

گفتگوے عاشقان در کار رب ۶ جوشش عشق است نہ تک ادب  
آگے فیصل خوب ہے۔ ۷

بے ادب ترنیست زوکس در جہاں ۸ با ادب ترنیست زوکس در نہاں  
یعنی باطن میں اس سے بڑھ کر با ادب کوئی نہیں اور ظاہر میں اس سے بڑھ کر با ادب  
کوئی نہیں کیونکہ ظاہر میں بعض دفعہاں نازا یسے الفاظ کہدا لتے ہیں کہ دوسرا کے قمر دو دھو جائے  
مگر وہ غلبہ حال کی وجہ سے معدود رہتے ہیں مگر باطن میں اتنے مواد بہوتے ہیں کہ جان  
تک فدا کر دیتے ہیں۔ عرض جب پہاڑ پر سے بھی گر کر نہ مرے اور یہ کہا کہ نہ مر نے دیں نہ بھینے  
دیں۔ تو غیر سے ارشاد ہوا کہ تم خود ہی تجویز کرتے ہو راستہ ہم سے پوچھو۔ جب وہ تجھی  
لپیس بہوگی پوچھا کہ پھر تبدل دیجئے وہ کیا راستہ ہے حکم ہوا کہ بارہ برس تک بھیک مانگو چنانچہ  
یہ خلوت ترک کر کے شہر میں آئے اور در بدر بھیک مانگنے میں لگت گئے اور کہیں بیس دھکا اور غیرے  
بھی کھائے مولانا فرماتے ہیں۔ ۹

این جنیں شیخ گدائے کو بخو ۱۰ عشق آمد لا الہ الی فاتحہ  
یارہ برس جب بھیک مانگنے کے پورے ہو پکے تو حکم ہوا کہ ابھی بارہ برس اور باقی ہیں  
اب دینا شروع کرو۔ پوچھا دوں کہاں سے آپ نے جمع کرنے تو دیا ہی نہیں واقعی وہ  
اپنے عاشقوں کو خوب نہیں تھے ہیں کسی نے خوب کہا ہے گو الفاظ سخت ہیں ۱۱

عاشقی چیست بگو بندہ جانا بودن ۱۲ دل بدستشک دادن و چیرا بودن

سوئے لفشن نظرے کردن و روشن دین ۱۳ گاہ کافرشدن و گاہ مسلمان بودن

اس میں کفر ہے مراد فنا ہے اور اسلام سے مراد بقایہ صوفیہ کی خاص اصطلاح ہے و لا  
مشاختہ فی اصطلاح جیسے کافر عشق یعنی فان عشقتم قرآن میں بھی کفر کا اطلاق معنی حسن  
میں آیا ہے جیسے وَمَن يُكْفِرِ بالطَّاغُوتَ اور ابراہیم علیہ السلام اور ان کے

سانحیوں پتے اپنی قوم سے کہا تھا کفر نایا کہو، ہم نے تم سے کفر کیا یعنی الگ ہوتے ہیں تو کفر کا لفظ اس حیر میں ظاہری میں سخت معلوم ہوتا اور نہ معنے اپنے ہیں جیسے ان آئی تو میں اپنے معنے میں کفر کا استعمال ہوا ہے غرض شیخ سرزاں نے پوچھا دوں کہاں سے حکم ہوا کہ اب تمہارے پاس چاروں طرف سے دنیا آؤے گی اس کو خرچ کرنا شروع کرو چنانچہ اب ایک جگہ بیٹھ گئے اور فتوحات شروع ہوئیں بارہ برس تک خوب سخاوت کی اس کے بعد وہ نعمت حاصل ہوئی۔ یہ لفظ جس دم کے سلسلہ میں الگ یعنی میں یہ کہہ رہا تھا کہ سانس ہی ایک ایسی نعمت ہے جس کا الحصار نہیں ہو سکتا مگر جو شخص مجاہد عرفیہ اختیار کرتا ہے وہ ان نعمتوں کو نعمت ہی نہیں سمجھتا اس وہ کھانے پینے ہی کو نعمت سمجھتا ہے اور حسب اُس نے کھانے پینے میں بھی کردی تو وہ اپنے اعمال کو زیادہ سمجھتا ہے اور نعماء الٰئی کو اپنے اور کم سمجھتا ہے گویا وہ دوسری کم کھانے سے خدا کے خزانہ میں زیادتی کر رہا ہے پاگل وہاں کیا بچھتا ہوتی۔ ایک ایک چالوڑا تھا کھانے والا ہے کہ وہاں تم جیسوں کو پوچھتا کیون ہے تمہاری ان دور ویوں کے کم کرنے سے وہاں کچھ اضافہ نہیں ہوتا، پھر جب اس شخص کو اپنے اندر کیفیات و ذوق و شوق کی کمی محسوس ہوتی ہے تو خدا سے اس کے دل میں شکایت پیدا ہوتی ہے کہ میں اتنا مجاہد ہ کرتا ہوں پھر بھی میرے حال پر رحم نہیں کساجاتا حالانکہ سے

آنکس کہ تو نگرت نہیں گرداند ۷۴ او مصلحت تو از تو بہترد اند  
نہ معلوم کیفیات پیدا ہو تیں تو تیرا کیا حال ہوتا اسے بات تو یہ ہے کہ یہ شخص ان کو خدا کا فضل والغام نہ سمجھ گا۔ بلکہ اپنے مجاہد کا شمرہ اور اپنا حق سمجھے گا کہ یہ تو ہونا چاہئے ہی تھا کہ میں اتنی مصیبتیں حصلتا رہتا ہوں لیں مجاہد عرفیہ والے کو نعمت باطن ملے تو وہ تو اُس کے نزدیک اس کا حق ہے گویا پوں ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ ملے تو شکایت کرتا رہیا کہ اور جو زیادہ کھا کر رکھنا ہو اور افطار میں بھی خوب کھا ستا ہے اُسے جب کوئی نعمت باطن حاصل ہوتی ہے وہ اُس کو اپنا حق یا اپنے مجاہد کا شمرہ نہیں سمجھتا کیونکہ وہ اپنے نزدیک صاحب مجاہد ہے ہی نہیں بلکہ وہ ہر نعمت کو شخص فضل والغام حق سمجھے گا

اور اگر کچھ ذوق و شوق و کیفیت حاصل نہ ہو تو اس کے دل میں خدا سے شکایت کبھی نہیں گی بلکہ اپنے نفس ہی سے شکایت ہو گی کہ تم بخوبی تو کرتا ہی کیا ہے جو بخوبی کے حاصل ہوتا تو یہ سب شخص متواضع بھی ہے اور شاکر بھی۔ اور مجاہدہ عرفیہ والا محجب بھی ہے اور شاکی بھی یہ تو تمہے ہے بلکہ کاب میں مجاہدہ کے دوسرا رکن کو بیان کرتا ہوں دوسرا رکن ہے مجاہدہ کا تقلیل منام رمضان اس کا بھی جامع ہے کہ اس میں ایک عبادت ایسی مشروع ہے جو تقلیل منام کو مستلزم ہے اور اونچے جس کا نام قیام رمضان ہے اس میں ہے حدیث میں ہے۔ ان اللہ فرض لكم صیامہ و سنت لكم قیامہ اس پر سب کا تفاق ہے کہ مراد قیامہ سے حدیث میں تراویح ہے رہا عدد دسواس وقت اس کے اثبات سے ہم کو بحث نہیں عمل کے لئے ہم کو اتنا کافی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بنی رعدت تراویح اور بنی وترین و ترجیحات کے ساتھ پڑھے جانتے تھے یہہ روایت موطا مالک میں گو منقطع ہے نگریملا متواتر ہے امانت کے عمل نہیں کو متواتر کر دیا ہے اس عمل کے لئے اتنا کافی ہے۔ دیکھئے الگ کوئی نیپساری کے پاس دو ایسے جائے تو اس سے یہ نہیں پوچھتا کہ یہ دو اکماں کے آئی اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ وہ ہی دو اے جو میں اینا چاہتا ہوں بلکہ اگر شبہ ہوتا ہے تو ایک دو جانے والوں کو دھولا کر اطمینان کیا جائے اب کوئی نیپساری سے یہ کے کہ میرا اطمینان تو اس وقت ہو گا جب تم پانع کے مستخط و دھولا دو گے کہ تم نے اس سے یہ دو اخیر بدیکھا ہے تو لوگ کہیں کہیں گے کہ اس کو دو اکی ضرورت ہی نہیں اور نیپساری بھی صاف کہ دو گے مستخط و دھولا نے کی ضرورت نہیں یعنی ہو لو نہیں یعنی ہوتا لو۔ اسی طرح محققین سلف کاظمیہ ہے کہ وہ علی کے لئے مغزی نہیں کرتے تھے لیس مسلم بتلا دیا اور اگر کسی نے اس میں جو گیں نکالیں تو صاف کہ دیا کہ کسی دوسرے سے تحقیق کرو جیں پر تم کو اعتماد ہو جیسی بحث کی وضاحت نہیں۔ مولانا عبد القیوم صاحب مقیم بھوپال رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو اکثر میں دیکھ دیکھ جواب دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ کتاب میں یوں لکھا ہے اور جو کوئی حدیث پوچھتا تو فرمادیتے کہ بھائی میں نوسلم نہیں ہوں ہیرنے آباوا جداد سب مسلمان تھے اور اسی طریقے کے آباوا جداد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک سب مسلمان تھے تو جو لوگ حضور کے زمانہ میں  
نئے انہوں نے حضور کے طرزِ عمل کو دیکھ کر عمل کیا اور جو ان کے بعد تھے انہوں نے  
اپنے بڑوں کو دیکھ کر عمل کیا اسی طرح سلسلہ پہ سلسلہ ہمارے گھر میں وہی رہنا آرہا ہے  
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل تھا۔ اس لئے مجھے حدیث ڈھونڈنے کی ضرورت  
نہیں اس کی ضرورت تو لوگوں کو ہے اس جواب کا حاصل وہ قطع نظر ہے  
کہ فضول بحث کو یہ حضرات پسند نہ کرتے تھے۔ بھولا عوام کو اگر نیاز بھی دیا جائے کہ حدیث  
میں یہ ہے تو ان کو طلاق استنباط کا عالم اس طرح ہو گا اس میں پھر وہ فقہاء کے محتاج ہو ناگ  
تو پہلے ہی سے فقہاء کے بیان پر بڑوں اعتماد نہیں کرتے مولانا عبد القوم صاحب  
بڑے عجیب بزرگ تھے۔ ایک فرنیچر میکم صاحبہ ان کی زیارت کے لئے آئیں جب خصت  
ہو کر گھر کو واپس جانے لگیں تو مولانا نے ان کے چوتے سیدھے کر دئے وہ کہنے لگیں  
مولانا آپ نے بیکیا کیا آپ تو ہمارے بزرگ ہیں میں آپ کی جو تباہ سیدھی کرتی  
ہے کہ ایسا آپ نے مجھے شرم نہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم مجھے زیادہ بزرگ ہو  
انہوں نے عرض کیا تو بھی تو بھی کیا پھر ہوں فرمایا میرے پاس اس کی دلیل ہے وہ  
یہ کہ میں پرس سے وغذ کہہ رہا ہوں کہ یوہ حکوریں نکال کر لیں مگر کچھ اثر نہیں ہوا یہ  
تو میری بزرگی کی خلاف اس بھائی بزرگی کا انتہا انگر دیکھو ایک اشترشار وید و کچھ یوہ حکورت  
نکال نہیں کر سکے گی اس کو سزا ہو گی۔ اور اگر سر و سامانی کا اعزز ہو تو سرکار کی طرف سے  
اس کے نہایت میں اعداد کی جائے گی دیکھو پھر کتنی یوہ عورتیں نکال کر تی ہیں سیکم  
صاحبہ کو عالمانہ کی ہری قدر تھی فوراً مولانا کے ارشاد کی تحریکیں کی۔ اب کیا تھا وہ میر  
نکال ہونے لگے دیکھتے مولانا نے دین کا کام کسی خوبصورتی سے نکالا پھر افسوس ہے  
کہ ان لوگوں کو نارک عمل یاحدیت کہا جاتا ہے بس لوگوں نے روچار مسئللوں میں غل  
شور کرنے کا تام عمل یاحدیت رکھ لیا ہے ورنہ والد عامل یاحدیت ہمارے ہی حضرات  
ایں بالترتیب سی سے ابھنا اور بحث کرنا پسند نہیں کرتے اور اگر کوئی خواہ مخواہ اُبھتتا  
ہی ہے تو اس میں ان کا وہ مذاق ہے جو حاجی صاحب فرماتے تھے جب کوئی تم سے

مناظرہ کرتے تو سب رطب و یا بس جمع کر کے اُس کے سامنے رکھ رہا اور کہدو کہ ان دلائل میں تم خود فیصلہ کرو کون قوی ہے کون ضعیف ہے۔ اور کوئی شوق حق ہے اور کوئی شیخی باطل ہے مجھے فیصلہ کی فرصت نہیں (کیونکہ تمہارے فیصلہ پر وہ بھر لفظ وارد کرے گا تو سدل کلام ختم نہ ہو گا۔ ۱۲) اور حضرت حاجی صاحب نے اس پر ایک جام کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ کسی کی حمامت بنارہاتھا، اُس نے کہا کہ میری ڈاڑھی میں سے سفید پال چین دینا اُس نے اُستردہ لیکر ساری ڈاڑھی مونڈ کر سامنے رکھدی کہ جناب آپ خود سفید و سیاہ کوالگ کر لیجئے مجھے انتخاب کی فرصت نہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فحش حکایت متنوی میں بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص پڑھا ہوا بالسری بخار باتھا کر دفعۃ رمح صادر ہوئی تو اُس نے بالسری ادھر لگادی کہ پی اگر میر بجا ناجھ کو پسند نہیں تو اب تو بجائے۔ حکایت تو ظاہر میں گندی ہے مگر اس کا مطلب عجیب ہے یعنی جب مدعا بک بک کرنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور اس سے کہو کہ میاں اب تم لو لو ہم خاموش ہوتے ہیں۔ واقعی اس مضمون کے ادا کیلنے اس سے بہتر کوئی حکایت نہ تھی صاحب حق کا بولنا ایسا ہی خوشگاہ ہے جیسا مسمنہ سے بالسری کا بولنا کیونکہ بالسری خود نہیں بوتی بلکہ اُس کے اندر کوئی دوسرا بولنا ہے یہی حال صاحب حق کا ہے کہ وہ خود نہیں بوتتا بلکہ حق اُس کی زبان سے بولتا ہے۔ بی اسمع۔ بی سمع۔ بی سیڑھا حدیث عارف فرماتے ہیں۔ ۵

در پس آئینہ طوی صفت مداستہ اند ۶۰۰ آپنے استاد ازال گفت ہمامی گویم  
اور جس طرح بالسری کی آواز سے النسو حسن و حش و طیور مست ہو جاتے ہیں اسی طرح صاحب حق کی گفتگو ایک عالم کو منور کر دیتی ہے اور مدعا کا بولنا ایسا ہی ہے جیسے مقعد کا بولنا کہ عالم میں اس سے بعدست اور میرا ہی اور میرشی کی سڑاہند پھیل جاتی ہے اس کا تو خاموش ہی رہنا زیب ہے لیکن اگر وہ بک بک کرنے لگے اور منع کی قدرت نہ ہو تو اُس سے اچھو نہیں تم خاموش ہو جاؤ اور اسے بولنے والہ بصیرت حق کی خوبی اور باطل کی بدبو کا خود اقتین کر لیں گے۔ الغرض عمل کے لئے تو تراونج کا اتنا ثبوت

کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قولًا اس کو مسنون فرمایا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ عمالاً تراویح کی بیس رعنیں پڑھتے تھے عوام کے لئے اتنا کافی ہے اس سے زیادہ تحقیق علماء کا منصب ہے اس وقت اس سے بحث نہیں اس تراویح کا نام قیام رمضان بھی ہے کیونکہ یہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہے اور احادیث میں اس کو قیام رمضان سے تعبیر کرنا اس کی دلیل ہے کہ تراویح تہجد سے الگ کوئی عبادت ہے کیونکہ تہجد رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں اور اس کے علاوہ اس پر اور بھی دلائل فائح ہیں کہ یہ دونوں اللگ الگ عبادتیں ہیں اپنے اصل مدعا سنتے کہ جس طرح صوم کو تقلیل طعام میں دخل ہے اسی طرح تراویح کو تقلیل مینام میں دخل ہے اور جیسا روزہ میں تبدیل عادت کی وجہ سے چاہدہ کی شان آئی تھی اسی طرح یہاں بھی شریعت نے محض تبدیل عادت سے مجاهدہ کا کام لیا ہے کیونکہ عام عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ عشاء کے بعد فوراً سورہتے ہیں تو بنیت کے وقت میں تراویح کا امر کر کے عادت کو بدل دیا جس سے نفس پر گرانی ہوتی ہے جو کہ مجاهدہ ہے پھر فاعدہ ہے کہ بنیت کا وقت نکل جانے کے بعد پھر دیر میں بنید آتی ہے اس طرح بھی تقلیل متناہی ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص روزانہ دس بجے ہی سوئے کا پہلے سے عادی ہو اُسے بھی تراویح سے مجاهدہ کا ختم اس طرح حاصل ہو جاتا ہے کہ آزادی کے ساتھ جاگنا گراں نہیں ہوتا مگر تقویم کے ساتھ فوراً ہی گرانی شروع ہو جاتی ہے۔ دیکھئے آپ اپنی خوشی سے ایک جگہ گھٹو یہٹھر رہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی تم سے پہنچے کہ جائے کہ یہاں گیارہ بجے تک تم یہیں بیٹھ رہنا۔ تو بس اُسی وقت سے آپ بھاگنا چاہتے ہیں اور ہنٹ لراں گذرستے لگتا ہے۔ شریعت نے اس راز کو سمجھا اور محض ذرا سی تقویم سے مجاهدہ کا کام لے لیا تو شریعت نے تقلیل متناہی کیلئے بھی عجیب مجاهدہ تجویز کیا ہے واللہ شریعت پر تو پر شعر پڑھنے کو جویں چاہتا ہے۔

ز فرق تا بقدم هر کجا کہ می نگرم ۔ کر شتمہ دامن دام سیکشنا جا انیجا است  
امیسی مل شریعت کو پھر لوگ خونوار کتے ہیں اُن کو خدا کا خوف نہیں آتا اور اگر

بالفرض کسی کو شریعت کے احکام میں پچھہ گرانی معلوم بھی ہو تو آخر کیا تم کمزوری دو انہیں پیٹتے۔ کریے انہیں کھاتے تجھا کو نہیں کھاتے جس سے اول اول چڑاتے ہیں مگر عادت کے بعد اُس کے بغیر حیرن نہیں آتا تو یہی سمجھ کر تم ذرا اعمال شریعت میں عادت تو کرو والش پھر یہ خود تم کو جبٹ جاتیں گے۔ معشووق اگر منہ نہ لگائے تو اُس کی تلخی کیوں جھیلتے ہو اور معشووق تو اکثر تلخ مزاج ہی ہوتے ہیں اگر وہ نرمی سے ملنے لگے تو پھر اُس میں اور بازاری عورت میں کیا فرق ہے۔ ۵

خوبی تھیں کر شمہ و ناز و خرام نیست ۴ بیا شیوه ہاست بتانز اک نام نیست  
توجب دنیا کے کاموں میں تلخی اور گرانی کے جھیلنے سے بچے ہوئے نہیں ہو پھر دین ای کے کاموں میں اس سے بچنا کیوں چاہتے ہو خصوصاً جبکہ یہ تلخی لذیذ بھی ہے جیسے تنبو والوں کو اُس کی تلخی لذیذ معلوم ہوتی ہے اور اگر تم کو اُس کی تلخی میں مزاح نہیں آتا تو صبر ہی کر لیا ہوتا۔ جیسا دنیا میں بعض قوانین سخت ہوتے ہیں اور ان پر صبر کیا جاتا ہے عارف فراتے ہیں۔ ۵

صیرن حافظ تلخی روز و شب ۴ عاقبت روز سیاہی کام را  
یہ تو ان کے لئے ہے جو عاشق نہیں کہ تلخی کو محسوس کرتے ہیں اور صبر کرتے ہیں۔ اور جو عاشق ہیں ان کے لئے تو حافظ یوں فرماتے ہیں۔ ۵

آن تلخوش کر صوفی ام الحبائش خواند ۴ اشی لنا و احلی من قبلۃ العذاری  
یعنی تلخی ہی محسوس نہیں ہوتی۔ تلخوش سے مراد طریق عشق ہے اور زاہد خشک اُس کو ام الحبائش اس لئے کہتا ہے کہ عشق میں بعض دفعہ ظاہر مدد و دشیریت سے تجاوز ہو جاتا ہے اور حقیقت میں وہ تجاوز نہیں ہوتا۔ مگر اس حقیقت زاہد خشک کو خیر نہیں ہوتی اس لئے وہ اہل عشق پر خواہ منخواہ ملانت کرتا ہے۔ لہا اسی تلخی کے متعلق مولا تا فرماتے ہیں۔ ۵

ناخوش تو خوش بود بر جان من ۴ دل ڈائے یار دی نجان من  
بعض عاشق کو احکام شریعت کی تلخی لذیذ معلوم ہوتی۔ جیسے مپھوں کی تیزی

لذیذ ہوتی ہے مرضیں لکھاتے ہوئے روتے بھی ہیں اور لکھاتے بھی جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ رونا ہمیشہ محرومی اور رنج ہی سے نہیں ہوتا بلکہ رونا بھی لذت سے بھی ہوتا ہے کیونکہ بار دیکھ کر جو حال ہوتا ہے اُس کو واد کر لیجے عشق کی خاصیت ہے کہ وصال کے وقت بھی آنکھ قبضہ میں نہیں رہتی اُس وقت بھی رونا آتا ہے مگر وہ رونا محرومی کا اندر یہ بلکہ وہری ہی قسم کا رونا ہے کیونکہ کو دیکھ کر یہ حال تو عام طور پر ہوتا ہے اور جنکی خاص حالت ہوتی ہے انہوں نے تو اس موقع پر جان دیدی ہے ایک عاشق کا قصہ ہے کہ وہ رنج کو جا رہے ہیں ہاتھ میں ایک ڈھنپلی ہے اُس کو بجائے اور کو دنے ناچلتے جا رہے ہیں اول تو لوگ اُس کو سخن سمجھے مگر جب مکہ میں پھوپخے اور طوف کے ساتھ طواف بیہقیں اللہ کو پلے تو جس وقت دروازہ میں سے بیت اللہ پر نظر پڑی ہے تو ان پر وجود طاری ہے ہوا اور بیہ شعیر پڑھا۔ ۵

چور سی بکوئے دلبب پیار جان مضطراً ۷ کہ مبارد بار دیگر نر سی بد میں تمنا اور گرتے ہی جائے نکل گئی بیت اللہ تک پھوپخنے بھی نہ پایا غرض رونا بھی دوسری قسم کا بھی ہوتا ہے جیسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ حق تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ تم کو ایک سورت پڑھ کر سناؤ ل تو وہ دریافت فرماتے ہیں آللہ سماں کیا خدا تعالیٰ نے میرا نام لیکر فرمایا حضور نے فرمایا باں تو وہ رونے لگے حضرت حاجی صاحب کی تحقیق ہے کہ یہ رونا گرم بازاری عشق کا ہے اسیکو عارف ثیرازی فرماتے ہیں۔ ۶

بلبل برگ لگے خوش رنگ دی منقار داشت ۸ و اندر اس برگ و واخوش نالہا کی زار داشت گفتہ مش در عین وصال ری نالہ و فریاد پسیست ۹ گفت مارا جلوہ معشوق دریں کارداشت پس بین خوشی کارو بنا ہے نہ غم کا مولانا فرماتے ہیں۔ ۱۰

عاشقی زیں ہر دو حالت برتر است

تو شریعت میر ۱۱ اگر تلخی بھی ہوتی وہ بھی لذیذ ہوتی اور اگر لذیذ بھی نہ ہوتی تو اسکو

صبر ہی کا محل سمجھا ہوتا مگر وہاں تو تلخی ہے ہی نہیں وہاں تو سر سے پریتک حلاوت ہی حلاوت ہے جس کی دلکشی کایہ حال سے۔ ۵

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم ٹھہ کر شمہ دامن دل می کشید کہ جای بنا اسست غرض شریعت نے رمضان میں صرف میسر رکعت تراویح مقرر کر کے لقلیل مہنام کی ایک معتمد صورت کر دی جس میں بہت زیادہ جا گنا بھی نہیں پڑتا اتنی دیر تک تو عالم طور پر لوگ جائے رہتے ہیں چنانی دیر تراویح میں لگتی ہے مگر تقویٰ کے ساتھ جانے سے مجاهدہ کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور دوسرے طبق میں مذااضین آنکھیں پھوڑتے تھے چھت میں رسیاں باندھتے تھے کہ جب نیند آتی اس میں لٹک جاتے جس سے نیند اڑ جاتی تھی ان دونوں مجاهدوں میں ایسا فرق ہے جیسے قند میں اور شیرہ میں اس لطفت کا ادراک لطیف ہی لوگوں کو ہوتا ہے مرا منظہر جانِ جانا ان رحمۃ اللہ علیہم جیسا شخص چاہئے جس کو شریعت کی لطفت کا ادراک ہو اگر ان کو اس لطفت کا ادراک نہ ہوتا تو وہ دین کے ایسے عاشق نہ ہوتے کہ وین کے واسطے جان بی دے دی۔ آپ کے زمانہ میں شیعہ کو دہلی کے اندر بہت غلبہ تھا اور یہ لوگ مرا صاحب کو دشمن تھے جان بینے کو پھرتے تھے جس دن کی صبح کو آپ شہید ہوں گے رات میں آپ کو مکشووف ہو گیا تھا کہ آج شہادت کا دن ہے۔ تو آپ نے صبح سے پہلے غسل کیا نہ ہوا کہ سُرمہ و عطر لگا کر شہادت کیلئے طیار ہو گئے اور باہر جو شریف لائے تو بار بار یہ شعر ڈھتے تھے۔ ۵

سر جد اکر دا ز تنمیا رے کہ باما یا ربو د قصہ کوتہ کر در دن در د سر بیسا بود اسی حالت میں مخالفین آئے اور آپ سے کچھ سوالات کئے جواب حق ملا۔ تو ظالموں نے فرائینوں سے آپ کو شہید کر دیا۔ دفن کے وقت لوگوں نے چاہا کہ تپھر پر کوئی شعر حسب حال کندا کر اکر قبر پر پصپ کر دیں مگر کوئی شعر حسب حال نہ ملا تو ایک اہل دلنے کیا کہ خود انہی کے دیلوان نے نہ کالو۔ تو اول ہی وہاں میں یہ شعر لکلا۔ ۵

بلوح تریت من یا قفت دا ز غیب تحریری کہ ایں مقتول راجز بیگنا ہی نسیت تقصیری

واقعی بہت ہی حسب حال شعر ہے، بعض فتویٰ عیت کی لطافت کو ایسے حضرات سمجھتے تھے  
کہ اگر نہ سمجھ سکو تو تم کو تحقیق کی کیا ضرورت ہے۔ بس خدا اور رسول کا حکم سمجھ کر عمل شروع  
کر دو۔ آخر اگر کوئی فقیر تم کو گولیاں دیں کہ یہ قوت باہ کی ہیں تو ان کو جلدی سے منہ  
میں کیوں باہ لیتے ہوں (یعنی رکھ لیتے ہو) ہندی مثل ہے کہ آم کھانے سے  
کام پڑیں گے سے کیا کام۔ تم کو اسرار کے پیچے پڑنے سے کیا مطلب تم کو عمل سے کام  
ہے، روزہ میں اور تراویح میں کچھ سی اسرار ہوں تم کو اس سے کیا بحث مقصود  
اور رضاۓ حق ہے اور وہ عمل سے حاصل ہو جاتی ہے اسرار کے جانتے پر رضا موقوف  
نہیں پھر تم ان کے درپے کیوں ہوتے ہو پھر یہ کیا ضرور ہے کہ جن سے تم پوچھتے ہو اُنکو  
بھی اسرار معلوم ہوں اور اگر معلوم بھی ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ تکوتبلا بھی دیں کیونکہ  
ان کا فداق یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو اسرار نہیں بتلایا کرتے جس کو اہل دیکھتے ہیں  
اُسی کو بتلاتے ہیں اور نماہل کے متعلق اُنکا یہ ارشاد ہے۔ ۵

باعدعی مگوئید اسرار عشق وستی ہے بلکہ زنا بھیر درنخ خود پرستی  
مولوی غوث علی صاحب پانی پی کے پاس ایک خان صاحب آئے۔ اور  
کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کو کیمیا آتی ہے۔ کہا ہاں آتی ہے خان صاحب نے کہا  
پھر بھی بتلادیجے کہا نہیں بتلاتے اُس نے کہا آخر کیوں نہیں بتلاتے کہا کیا میں  
تمہارے باوا کا نوکر ہوں۔ پھر کہا خان صاحب خدمتیں کرو بدن دباو حقہ بھرو کبھی  
سال دوسال میں جی چاہ گیا تو بتلا بھی دیں گے جس محنت سے ہم نے حاصل کی  
ہے تم اُس کی آدھی محنت تو دکھلاؤ۔ اسی طرح عارفین بررسوں ناک رکڑو اکر جسے اہل  
سمجھتے ہیں اُسے اسرار پر مطلع کر دیتے ہیں ہر ایک کو نہیں بتلایا کرتے گو جانتے بھی  
ہوں حافظ رحمۃ اللہ علیہ اسیکو فرماتے ہیں۔ ۶

مصلحت نیست کہ از پرده بروں افتراز + ورنہ در مجلس رندان خبر نیست کہ نیست  
مصلحت نیست کی وجہ یہ ہے کہ بعض دفعہ بدوں اسرار جانے عمل کرنا زیادہ مفید  
ہوتا ہے اور اسرار جاننے سے فائدہ کم ہوتا ہے جیسے عکیم اپنے گھر سے یہی بتائی دوادیں

تو اعتقاد زیادہ ہوتا ہے اور بعض دفعہ وہ ایسی معمولی چیز ہوتی ہے کہ اجزا معلوم ہو جانے کے بعد اُس کی وقعت نہیں رہتی جیسے ایک عالم صاحب کے سر من شدت کا درد ہوا انھوں نے ایک درویش سے تعلیم لیا اُس کے باندھ تے ہی فوراً درد جاتا رہا بڑا تعجب ہوا تعلیم کو لکر دیکھا تو اُس میں صرف لسم اللہ الرحمن الرحيم لکھی تھی ان کے خیال میں یہ بات آئی کہ یہ تو میں بھی لکھ سکتا تھا اس خیال کے آتے ہی فوراً درد شروع ہو گیا۔ اب تعلیم کو لاکھ باندھتے ہیں اثر ہی نہیں ہوتا اسی لئے اکثر تعلیم دینے والے تعلیم کو ٹھوک کر دیکھنے سے منع کیا کرتے ہیں تاکہ اعتقاد کم نہ ہو۔ اسی طرح احکام شرعیہ کے اسرار جاننے سے بعض کچھ فہموں کے دل میں احکام کی وقعت کم ہو جاتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ بس یہی حکمت مقصود ہے تراویح سے کہ تقید کے ساتھ جاننا ہوا س سے اول تو تراویح کی وقعت کم ہوئی ہے پھر وہ اکا دیں پھنستا ہے کہ مقصود تقید ہے تو ہم کسی دوسرے طریقہ سے تقید کر لیں گے، حالانکہ اول تو حکمت کا اسی میں اختصار نہیں نہ معلوم کتنی حکمتیں ہوں گی پھر یہ حکمت اس قید کے ساتھ مقصود ہے کہ اُس خاص عمل کے ساتھ پائی جاوے اس عمل کے بغیر یہ حکمت مطلوب نہیں پس دونوں کا مجموعہ مطلوب ہوا پھر دوسرے طریقہ سے یہ مقصود کیونکر حاصل ہو جائیگا غرض اہل ریاضت تقلیل منام کے لئے جو صورتیں مجاہدات کی اختیار کرتے ہیں ان کو دیکھ کر پھر شرعی مجاہدہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شاہانہ علاج کیا ہے کہ نہ آنکھیں بچوڑنے کی ضرورت ہے نہ سیاں باندھنے کی ضرورت ہے نہ سیاہ چیزوں چیلانے کی ضرورت ہے بلکہ میں رکعت تراویح عشاء کے بعد پڑھ کر سورہ ہو تقلیل منام ہو گیا۔ پھر مزید لطافت یہ کہ تراویح جماعت سے ہوتی ہے الگ الگ جا گنا مشکل تھا جماعت کے ساتھ جاننا اور بھی سمل ہو گیا پھر نبی میں نیند آتے لگے تو پھر چار رکعت پر قدرے توقف مستحب کیا گیا جس میں اگر کسی کو نیند آتے لگی ہو تو وہ سمل سکتا ہے پانی منہ پر ڈال سکتا ہے باہم کر کے نیند کو دفع کر سکتا ہے اس طرح سے بسیں رکعت کی مقدار جاننا بچھی دشوار نہیں بس یہ وسیا ہی علاج ہے جیسا

ایک بادشاہ نے طبیب سے کہا تھا کہ میں آج بیمار ہوں میری نہض دیکھ کر علاج کرو  
 مگر شرط یہ ہے کہ مجھے نہ دو اپنی پڑے نہ لگانی پڑے بس ویسے ہی علاج ہو جائے  
 طبیب نے نہض دیکھ کر کہا بہتر ہے ایسا ہی علاج ہو جائے گا۔ اُس نے کھڑا کر ایک  
 پٹکھ پر کچھ دوا چھڑک دی اور شایخی خادم سے کہا کہ بادشاہ کو اس پنجھ سے ہو ا  
 کرنا بس شیکھا جھلتے ہی فوراً ہی نیند آکئی اور سالنس کے ذریعہ سے دوا کا اثر دماغ میں  
 اور دماغ سے دل میں پہنچا تو جب بادشاہ جا گا ہے تو خاصا چاق و چوبنڈ تھا بھائی  
 اکا نام کو بھی نشان نہ تھا اسی طرح ایک مرتبہ دہلی میں شاہزادہ نے روزہ رکھا تھا  
 اُس کی روزہ کشانی کا بڑی دہوم سے انتظام ہوا کوئی رسم روزہ کشانی کی بدعت ہے  
 مگر اس وقت اس سے روزہ کی تعظیم ہوتی تھی اور اس بہانہ سے غرماں کو بہت کچھ مل  
 جاتا تھا اسی لئے فقیرہ ابوالبیث فرماتے ہیں کہ جب سے ریا کار مر گئے اور مخلصین  
 پسیدا ہوئے اُس وقت سے لوگ بھوکے مر نے لگے۔ کیونکہ ریا کار بہت کام دین کے  
 کرتے تھے۔ کوئی وقف کرنا تھا کوئی بلنگر حاری کرتا تھا۔ کوئی سرائے اور مسافر خانہ بنانا  
 تھا۔ کویا سب نام نمود کے لئے ہوتا تھا۔ مگر مخلوق کو تو راحیت ہوتی تھی بھر کیا عجب ہے  
 کہ مخلوق کی دعاؤں سے ان ریا کاروں کی بھی مغفرت ہو گئی ہو۔ تو روزہ کشانی کی رسم  
 ہمارے واسطے تو بدعت ہے لیکن اگر بادشاہ کریں تو ان کے واسطے بدعت نہیں  
 ہے۔ بلکہ غنیمت سمجھا جاوے گا کہ دین کی قدر و عظمت تو انہوں نے کی۔ جیسے کاچ  
 علی گڈہ میں مولود شریف ہونے کی بابت میرے ایک ذوست نے خوب  
 لطف کہا تھا کہ مولود شریف کی محفل ہمارے لئے تو بدعت ہے مگر کاچ میں واجب  
 ہے کیونکہ بد دینی کا کچھ اسندا تو ہے۔ مگر اس فتوے کے لئے محقق کی ضرورت ہی  
 ہر شخص کا یہ کام نہیں کر پیدعات کو جائز کرنے لگے۔ غرض روزہ کشانی کا انتظام ہوا  
 بہت کھانے پکوانے گئے ہزاروں آدمیوں کو دعوت دی گئی۔ بچے نے عصر کے  
 وقت تک تو صبر کیا۔ مگر عصر کے بعد اُس نے پانی مانگا کہ میرا پیاس سے برا حال  
 ہے۔ بادشاہ کو بڑی پرشیانی ہوئی کہ اگر اس وقت اس نے روزہ توڑ دیا تو

ساری خوشی خاک میں مل جائے گی اور ساری محنت بر باد جائے گی اُدہر بچے کی  
حالت کا بھی فکر تھا کہ وہ بیاسی سے بیتاب ہے فوراً طبیبوں کو بلا یا کہ کوئی تدبیر اسی  
کرو جس سے شاپزادہ کی پیاس کو لسلکن ہو جائے اور روزہ بھی نہ ٹوٹے سب اطباء  
عاجز ہو گئے کسی کی سمجھتے میں کوئی تدبیر نہ آئی۔ صرف ایک ہندو طبیب کے ذہن  
میں ایک تدبیر آئی اُس نے کہا حضور اسی وقت یہی وہ منگائے جائیں چنانچہ منگائے  
گئے اُس نے چند لڑکوں کو بلا کر کہا کہ تم شاہزادہ کے سامنے تراش تراش کر  
کھانا شروع کرو بس دوسروں کو لیجو کھاتے دیکھ کر بچے کے منہ میں پانی بھر آیا طبیب  
نے کہا اس لعاب کو نگلتے رہو لعاب کے نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اب کیا تھا  
اب نہ منہ میں لعاب کا دریا پیدا ہو گیا اور بچے نے اُس کو نگلنا شروع کیا۔ فوراً  
بیسا س کو سکون ہو گیا۔ صاحبو! اس پُرآپ کو تعجب ہوتا ہے مگر میں بقسم کہتا ہوں  
کہ شریعت نے امراض باطنی کے سامنے علاج شاہانہ ہی کئے ہیں اور اس طرح  
ہر چیز کا علاج کر کے دعوے سے فرماتے ہیں اللَّٰہِ یُسْرَا کہ دین آسان ہے کسی  
طبیب کا منہ نہیں ہے کہ وہ ہر دعوے کرے اُلَّا طبِّ یُسْرَا کیونکہ اس میں چیر بھاڑ  
بھی ہے اپریشن بھی ہے نشتر بھی لگایا جاتا ہے مگر حق تعالیٰ تمام احکام کو بیان فرمائے  
ارشاد فرماتے ہیں ما جعل علیکم فی الدین من حرج خدا نے حکم پر دین میں  
کچھ بھی تنگی نہیں کی۔ ال آباد میں ایک بار اس آیت کا میں نے بیان کیا تھا اور دعویٰ  
کیا تھا کہ آج میں اس مسئلہ کو ثابت کروں گا کہ دین میں کہیں ذرہ برابر تنگی نہیں  
اس وعظ میں نو تعلیم یافتہ بہت تھے۔ وہ میرا منہ نکتے تھے مگر جب میں نے تقریر  
شروع کی اور دلائل بیان کئے تو سب مان گئے اور سب کی گرد نہیں ختم ہو گئیں اس وعظ  
کے لئے دعا کیجئے کہ جلد طبع ہو جائے اُس کے مطالعے سے اس قسم کے تمام شبہات دور  
ہو جائیں گے بخدا شریعت میں نہیں۔ بلکہ جہاں اس کا توہم ہوتا ہے وہ تنگی خود

ہمارے اندر ہے ہم لبی ننگی کو شریعت کی طرف منسوب کر رہے ہیں جیسے ہمارے یہاں ایک کنوار عورت اپنے بچے کو پاخانہ پھر اکر جلدی میں اُسے پونچھ پا چکر عید کا چاند دینے کھڑی ہوئی۔ انگلی میں بچہ پاخانہ لگارہ کیا تھا۔ ناک پرانگلی رکنے کی عورتوں میں بہت عادت ہے اُس نے جوناک پرانگلی رکھ کر چاند دیکھا تو اپنی انگلی میں سے پاخانہ کی بدبو ناک میں پہنچی تو وہ کہتی ہے کہ اولیٰ اب کے سڑا ہوا چاند کیوں نکلا جس طرح اس پیو قوف تے اپنی انگلی کی سڑا ہند کو چاند کی طرف منسوب کیا تھا یوں ہی ہم لوگ اپنی طبائع کی ننگی کو دین کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ دین ننگ ہے ہم لوگوں کو آئینہ شریعت میں اپنی بھونڈی صورت نظر آہی ہے اب لگے آئینہ ہی کو برائی کرنے جسے ایک جشی چلا جا رہا تھا راستہ میں ایک آئینہ پڑا یا یا اٹھا کر جو اپنا منہ دیکھا تو ایک آئینے صورت نظر آئی تو آپ آئینہ کو بچینیک کر فرماتے ہیں کہ ایسی بُری صورت کا تھا جبھی تو آئینے بچینیک کیا۔ سچان اللہ آپ نے آئینہ کو بد صورت قرار دیا مگر اپنی باہت یہ بدگمانی نہ ہوئی کہ شاید میری ہی صورت نظر آئی ہو یہی حال ہمارا ہو رہا ہے کہ آئینہ شریعت میں اپنی صورت جب بد نمائ نظر آتی ہے تو شریعت کا فصورت بلاستے ہیں جیسے ایک بچہ کے ہاتھ سے لوٹے میں روٹی کاٹلے اگر پڑا تھا اُس نے جو جھک کر نکالنا چاہا تو پانی میں اُسے اپنی صورت نظر آئی اُس نے باب کو پکارا کہ ایسا نے میری روٹی چینی لی اُس نے پوچھا کس نے چینی لی کہا اس نے یہ جو لوٹے میں بیٹھا ہے اب اپنا بھی دیکھنے آئے کہ لوٹے میں کون بیٹھا ہے وہ جو لوٹے پر جمک تو پانی میں انکو اپنی صورت نظر آئی مقطوع ڈاڑھی سفیدیاں تو آپ اُس کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ بچے شرم نہیں آئی یہ لمبی ڈاڑھی لگا کر بچہ کا ٹکردا چینی لیا تھا ہے تیری اوقات پر اسی طرح جس کو شریعت میں شبہ ہو درحقیقت وہ شبہ اُس کے اندر ہے شریعت میں کوئی شبہ نہیں۔ مولانا قاسم صاحب علیہ الرحمۃ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ ذالک الکتاب لامریب فیہ یہ کتاب کامل ہے اس میں شک نہیں حالانکہ اس میں تو بہت کفار شک کرتے

ہیں اور بعض کچھ فہم مسلمان بھی۔ فرمایا کہ وہ شک ان کے اندر ہے قرآن کے اندر نہیں اور حق تعالیٰ نے لا ریب فیہ فرمایا ہے لا ریب فیہ نہیں فرمایا اس کی ایسی مثال ہے جیسے یہ قاف والا کتا ہے۔ ہذا الشوب اصفر (یہ کپڑا زرد ہے ۱۲) مگر طیب کہتا ہے۔ هذ الاصفرة فیہ وانہما الصفرة فی عینیک (کہ اس کپڑے میں توز ردی نہیں ہاں تیری آنکھوں میں زردی ہے جس سے تجلو ہر چیز زرد نظر آتی ہے ۱۲) بتلا بے یہ کلام سچا ہے یا نہیں یقیناً سچا ہے لس پوں ہی قرآن کا دعویٰ ہے کہ دین میں تنگی نہیں۔ اب جو کوئی تنگی کا مدعی ہے اُس کی نگاہ میں خود تنگی ہیاں چھینگی ہے صاحبو اگر قرآن کے اس دعوے میں کچھ بھی خامی ہوتی تو یہ سہ آیت ایک عالم کے سامنے ہیں میں ملاحدہ و فلاسفہ و اہل کتاب سب ہی موجود ہیں دعوے کے ساتھ پیش نہ کی جاتی پھر اور پرسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم الدین یسرؑ فرمادیں کی تائید فرمادیتے مگر حضور نے تمام عالم کو مناطب کر کے دعوے فرمایا ہے کہ دین آسان ہے اور ہم بھی حقیقت کے بھروسے پر دعویٰ کرتے ہیں کہ پیشک دین آسان ہے اسی الدین یسرؑ کا ایک پہنچونہ ہے کہ شریعت نے تقلیل منام کی صورت تراویح میں تجویز کی اور اس تقلیل کو تجدستے اور تقویت ہو جاتی ہے خصوصاً یہی قدر میں کہ ان راتوں میں حضور نے رمضان کے تمام اجزاء سے زیادہ جاگنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ ان راتوں میں حضور ازوٰج مطہرات کو بھی اہتمام کے ساتھ جگاتے تھے پھر ان میں بھی شریعت نے ہماری راحت کی کس قدر رعایت کی ہے کہ یہی قدر پے در پے نہیں ہیں بلکہ طاق راتیں ہیں یعنی ایسیوں اور یہیں ۲۵ اور چھیسوں اور سی ایسیوں اور ایسیوں راتیں کہ یہ سچ میں ایک ایک رات کا قضل رکھا گیا ہے تاکہ ایک رات زیادہ جاگ کر سچ کی رات میں زیادہ سو لو اور تجد کر لے جا گنا خاص رمضان کی راتوں میں کچھ بھی مشکل نہیں کیونکہ سحری کے لئے اکثر لوگ اٹھتے ہی ہیں تو کھانے سے بھلے کر کر ٹھیک ہاز کی پڑھ لینا کیا اور ہر ہے اسی سے وہ شخص بھر کا عادی بننا پایا ہے اسکو ہمنا تھیں عادتی بنانا تھا اسماں ہے یونکلاس میں تجد کیا اپنے مشکل ہیں سحری کی طبیعت سب سے ایک ہے جس کے لئے عادی ہو جائے گا۔ عرض تراویح اور تجد کے اہتمام سے تقلیل منام ہو جاتی ہے اور یہ سچ

دینی مجاہدہ بھی سے پھر اس میں دینی فوائد کے علاوہ دینیوی فوائد بھی ہیں جتنا پچھے نیند کم ہونے سے رطوباتِ فضیلہ کم ہوتی ہیں جو صحت کے لئے معین ہے۔ نیز اس سے چہرہ پر لوز پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث کا قول ہے من کثرت صلوٰت فی اللیل حسن و جمہہ فی النہار۔ بعض لوگوں نے اس کو حدیث مرفوع بنایا ہے مگر یہ صحیح نہیں ان لوگوں کو مغالطہ ہوا واقعہ یہ ہے کہ ایک حدیث حدیث بیان کر رہے تھے قآل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن اوکن ادر میان میں ایک بزرگ آگئے جن کے چہرہ پر افوار تھے تو حدیث نے اُن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا من کثرت صلوٰت فی اللیل حسن و جمہہ فی النہار کہ جورات کو خازن زیادہ پڑھے گا دن میں اُس کا چہرہ خوبصورت ہو جاوے گا تو بعض لوگ بھوپوری مجلس میں حاضر تھے وہ اسی کو حدیث سمجھے حالانکہ حدیث اس کے بعد بیان ہوئی تھی اسی لئے مجلس علم میں اخیر تک رہنا چاہئے تب صحیح مضمون حاصل ہوتا ہے ورنہ وہی مثال ہوتی ہے لاؤ دیا تیر آؤ صاحب تیر عالمگیر کے زمانہ میں ایک عورت نے چار آشنا کر لئے تھے اور ہر ایک سو نکاح بھی کر رکھا تھا۔ مگر ایک شوہر کو دوسرے کی اطلاع نہ تھی۔ عالمگیر کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس عورت کو بلوایا نہایت پریشانی میں جا رہی تھی راستہ میں اُسے ایک طالب علم ملے اور کہا اگر تو مجھے اتنے روپے دے تو میں بچھے رہائی کی تدبیر بتاؤں ورنہ عالمگیر بچھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس نے وعدہ کیا کہ جو کوئو کے وہ دوں گی تم تدبیر بتاؤ۔ اس نے کہا تو یہ کہدینا کر میں نے ایک عالم کے وعظ میں سنا تھا کہ خواہ مخواہ بد کاری کی جاتی ہے خدا تعالیٰ نے چار تکار کا ح تک جائز کئے ہیں اور جو وہ پوچھیں کریے مددوں کے لئے کہا تھا یا عورتوں کے لئے تو کہدینا کر آگے میں نے سنا نہیں اس نے جاکر کی بیان کر دیا۔ عالمگیر نے معدود تجھکر سزا ندی اور آئندہ کے لئے بدایت کر دی کہ خبردار و عظیبی ادھورا نہیں سنا کرتے یہ تو جملہ مفترضہ تھا میں یہ کہہ رہا تھا کہ تجد سے چہرہ پر لوز پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اگر تجد پڑھنے والا حسین بھی نہ ہوتا

بھی اُس پر حسن ہوتا ہے۔ ۵

نور حق ظاہر بود اندر ولی ۶ نیک میں باشی اگر اہل ولی  
کسی نے ارد و میں ترجیح کیا ہے ۷

مرد حق اتنی کی پیشانی کافر ۸ کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور  
الغرض رات کو جاگنا باعث حسن ظاہری و نور مجہب ہے تو تقلیل منام میں علاوہ  
مجاہد ہونے کے یہ فوائد بھی ہیں پھر اس کے ساتھ شریعت نے ایک اور رعایت  
کی ہے جس پر سو جان سے فدا ہونے کو جی چاہتا ہے وہ یہ کہ مجاہد مرتاضین کے  
نزدیک تو محض ترک کا نام ہے مثلاً ترک طعام و ترک منام وغیرہ مگر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ترک پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اُس کے ساتھ افعال بھی  
مشروع فرمائے ہیں اور مجادلات حقیقیہ یہ اعمال ہی ہیں اور ترک تو مجادہ حکمیہ  
ہیں یعنی مجادلات حقیقیہ کے لئے معین ہونے کے سبب بحکمِ مجادہ ہیں و جہ  
یہ کہ قرب الی اللہ کے لئے اعمال ہی موضوع ہیں مثلاً روزہ میں صرف ترک طعام پر  
اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اور کام بھی مشروع کئے گئے ہیں۔ عمل بھی و قول بھی  
عمل تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان حدیث شریف میں وارد ہے۔ کآن  
ابودالناس بالخیر و کان اجود ما یکون فی رمضان کان جبریل یلقاہ  
کل لیلۃ فی رمضان یعرض علیه النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن  
فاذ القیہ جبریل کان اجع د بالخیر من الرییے المرسلة کہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہر وقت ہی سب سے زیادہ سخن تھی۔ مگر سب سے بڑہ کہ  
رمضان میں آپ سخن بہوت تھے اور جبریل علیہ السلام ہر شب میں آپ سے ملتے  
تھے ان کی ملاقات کے وقت آپ ہوا سے بھی زیادہ فیض رسالہ ہوتے تھے (ہو) اور  
اک فیض رسالی کہ اس سے بارش ہوتی ہے۔ معلوم ہے اس بودیں سے بعض  
کی تصریح بھی وارد ہے مشکوہ میں بحقیقی سے بروابست این عجیباں آیا ہے سکان  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ دخل شهر رمضان اطلق کل

اسیرو لاعطے کل سائل اس میں آپ نے عملی تعلیم فرمائی ہے کہ رمضان میں وردوں سے زیادہ فیض رسال ہونا چاہئے اور قولایہ کا اپ ارشاد فرماتے ہیں۔ هن اشهر الملو اساتھ ہن اشهر بزرگ فیہ زرق الملو من من تقرب فیہ بمنصلة من الحیر کام کمن ادی فریضۃ فیما سو آہ و من اعی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سو آہ۔ یعنی یہ ہمینہ ہمدردی کا ہے اس مہینہ میں مومن کا زرق زیادہ کیا جاتا ہے جو اس میں نفل کام کرے اُس کو اور دلوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا۔ اور جو اس میں فرض ادا کرے اُس کو اور دلوں کے ستر فضوں کے برابر ثواب ملے گا۔ اس میں کس قدر تزعیب و تحریض ہے۔ صدقہ خیرات اور اعمال صالح کی کہ رمضان میں رکعت نافل کا ثواب فرض غازوں کے برابر ملتا ہے صدقہ نافل کا ثواب صدقہ مفروضہ کے برابر ملتا ہے۔ اور جو فرض کو اُس ماہ میں ادا کرتے ہیں ان کو ستر فضوں کا ثواب ملتا ہے۔ مگر اس سے بعض لوگوں نے کیسا اللہ مطلب سمجھا کہ بعض لوگ رمضان سے پہلے بعض نیک کاموں کو رو کے رکھنے ہیں مثلاً کسی کی زکوٰۃ کا سال شعبان میں پورا ہو گیا بوجہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا رمضان کے انتظار میں رو کے رکھتا ہے چاہے رمضان میں اُس کو توفیق ہی نہ ہو وہیہ چوری ہی ہو جائے یا زمان کے انتظار محتاج کا قلیہ ہی ہو جائے۔ یاد رکھو شارع کا اس نزغیب سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رمضان کے انتظار میں نیک کاموں کو رو کا جائے بلکہ شارع کا مقصود تاخیر عن رمضان سے روکنا ہے لیاگر رمضان تک کسی کو توفیق نہیں ہو تو رمضان میں ہرگز دیرہ کرے جو کرنا ہو کر ڈالے تقدیم علی رمضان سے روکنا مقصود نہیں۔ وشستان بینحسا (ان دلوں بالتوں میں بڑا فرق ہے) مگر کم فہمی نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ لوگ رمضان میں خرچ کرنے تک فضائل اور ثواب سنکر اُس کے انتظار میں طاعات کو روکنے لگے۔ خوب سمجھو لو کہ تعجیل فی ایخیں خود بہت بڑا ثواب ہے اور وہ اتنا بڑا ثواب ہے کہ رمضان سے پہلے جو تم خرچ

کرو گے تو اس میں کتابہ نسبت رمضان میں خرچ کرنے کے ثواب کم ہو مگر میں قسم  
کھا کر کھتا ہوں کہ یقیناً و تقریباً الی اللہ وہ بحیل بہتر ہے اور اس درجہ میں اس کا ثواب  
رمضان کے ثواب سے بڑھ جائے گا۔ مجھے کوئی تواطیفیان ہے جو میں شرح صدر کے  
ساتھ اس مضمون کو بیان کر رہا ہوں لب قسم سے زیادہ اطمینان دلانے کا ذریعہ  
میرے پاس کوئی نہیں تھیں کیا خبر ہے کہ شعبان میں اگر تم غریب کو زکوٰۃ دیتے تو  
اُس وقت اُس کے دل سے کیسی دعا نکل جاتی جس کے سامنے ستّر رمضان بھی ہیچ  
ہیں۔ یہی بات تو لوگوں کو معلوم نہیں۔ یاد رکھو جب زکوٰۃ کا سال پورا ہو جائے اُس کے  
بعد تاخیر کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس تاخیر سے گناہ ہوتا ہے یا نہیں بعض وجوہ  
علی الفور کے قائل ہیں اُن کے نزدیک تاخیر سے گناہ ہوتا ہے اور بعض وجوہ علی  
التراخي کے قائل ہیں اُن کے نزدیک گناہ نہیں ہوتا پس احتیاط اسی میں ہے۔ کہ  
وجوب کے بعد دیر نہ کی جائے تاکہ سب کے نزدیک گناہ سے محفوظ رہے پھر اگر  
رمضان کے انتظار میں صدقات کار و کتاب موجب ثواب ہوتا تو شریعت نے کہیں تو  
یہ کہا ہوتا کہ رمضان سے اتنے دن پہلے تمام صدقات کو روک دو جب شریعت نے  
کہیں یہ نہیں کہا تواب ہمارا ایسا کرنا یہ زیادۃ فی الدین اور بد عحت ہے کہ جس کام کے  
لئے شریعت نے ثواب بیان نہیں کیا تم اس کو ثواب سمجھ کر رہے ہو یہ مقاومت  
ہے حکم شرع کی ملحوظ نکاپ تک جمل میں منتلا تھے علم نہیں تھا۔ اس نے امید  
ہے کہ تمگار نہیں ہوئے ہو گے ہاں اب جو لوگ ایسی کریں گے وہ گنہگار ہونگے  
کیونکہ اب مطلع صاف ہو گیا غرض شریعت نے محض تقلیل طعام بصورت  
صیام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اعمال کی بھی ترغیب دی ہے۔ اسی  
طرح تقلیل منام میں بھی محض بیداری پر اکتفا نہیں کیا کہ خالی بیٹھے جا گتے رہو یا کہ  
فرماتے ہیں :

کانو اقلیلًا مِنَ اللَّيلِ مَا يَحْجُونَ ۝ وَ باكِ سَحَارِ هُمْ سِتَّغَرِونُ  
نیک بندوں کی تعریف فرماتے ہیں کہ وہ رات کو کم سو یا کرتے تھے اور پچھلے حصہ

شب میں استغفار کیا کرتے تھے یہاں تو استغفار مشرع ہوا دوسرا جگہ ارشاد  
ہے، تجھا فی جنو بہ عن المضاجع بیں عو نزی بہم خو فاؤ طمعاً ہ  
ان کے پہلو خواب گاہوں سے الگ رہتے ہیں اپنے پروردگار کو خوف اور امید  
کے ساتھ پکارتے ہیں یہاں مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ عوں سے یصلوں مراد  
سے مطلب یہ کہ رات کو مناز پڑتے ہیں مگر طرزِ کلام سے عموم ظاہر ہو رہا ہے لہذا  
مطلق دعا و ذکر بھی مراد ہو سکتی ہے اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے لکھی کو تجدی  
 توفیق نہ ہو تو وہ رات کو یہ وقت جاگ کر نین بار سبحان اللہ کمکری سورہ کریمہ  
وہ بھی یہ عوں سے بہم خو فاؤ طمعاً میں داخل ہو جائے گا لب دو نین بچے  
جب آنکھ کھل جائے سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ لیا کرے یہ بسیح بھی کام آجائیگی  
حق تعالیٰ کے یہاں بڑی رحمت ہے۔ اسی وسعت رحمت پر قاضی حبی بن  
اکثم محدث کی حکایت یاد آئی ہے کہ جب ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی روح  
کو حق تعالیٰ کی جناب میں پیش کیا گیا تو ان سے سوالات شروع ہوئے یہ سے کسی  
بات کا جواب نہیں دیتے اور ہر کا بکا خاموش کھڑے ہیں۔ ادھر سے سختی کے ساتھ  
حکم ہوا کہ بڑھے بولتا کیوں نہیں تو آپ نے حدیث بیان کرنا شروع کی جدید  
فلان عن فلان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انشہ قال ان اللہ  
یستحبی من ذی الشیبہ المسلحہم سے فلا نتے اور ان سے فلا نتے  
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ بڑھو مسلمان  
سے جیا فرماتے ہیں تو میں اس وقت اس لئے خاموش ہوں کہ سوچ رہا ہوں  
کہ یہاں اس حدیث کے خلاف میرے ساتھ معااملہ کیوں ہو رہا ہے کیا اس  
حدیث کے راوی ثقہ نہیں یا کیا بات ہے وہاں سے ارشاد ہوا کہ ہمارے نبی سچے  
ہیں اور تمہارے راوی بھی سب ثقہ جاؤ آج ہم تم کو اسی حدیث کی وجہ سے بخشنے  
ہیں اور بڑھا سمجھ کر چھوڑے دیتے ہیں۔ ۹

رحمت حق بہانہ میں جو یہ ہے رحمت حق بہاء میں جو یہ ہے

تو جس طرح قاضی بھی کاحد شناحد شنابلکہ ٹھاپا وہاں کام آگیا اسی طرح النسا، اللہ آپ کارات کو کروئیں بدلتے ہوئے اللہ اللہ کر لینا بھی کام آجائے گا۔ اور آپ تجوہ والوں میں شمار ہو جاویں گا اور بے نماز کے تجدیوں کو یا صرف اذان ہی ہوگی۔ جیسے مرغارات کو اذان دیا کرتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔ بس ایسی بھی اذان ہی اذان ہوگی نمازو تو ہوگی نہیں مگر خدا کے واسطے اس اذان کی تشبیہ سے اس وقت چلا چلا کر سبحان اللہ یا اللہ اللہ ہمت کرنے لگن کمیں سونے والوں کی نیند میں خلل آوے پھر نو وہ پریشان کرتے میں حافظ جنازہ کی اذان ہو جائے گی (یہ اس خانقاہ کے متعلقین میں سے ایک بھوکے شخص تھے) جو ایک غیر آباد مسجد میں موذن تھے ایک دفعہ مغرب کے بعد کھانا کھا کر سو گئے زیادہ رات کے جوانہ کھلی تو آپ نے عشا کی اذان دی۔ تقریباً بارہ بجے ہوں گے پھر خیال ہوا کہ کوئی صبح کی اذان سمجھ کر سحری سے نہ رک جاوے تو اذان کے بعد یہ بھی لپکا ردیا کہ یہ عشا کی اذان ہے صبح کی نہیں ہے لوگ پریشان نہ ہوں یعنی مسجد میں نہ آویں پڑے سوتے رہیں اور کسی کو یہ شبه نہ ہو کہ عبد اللہ بن عباس کے موذن نے بھی تو اذان کے انخیز میں لا صلوٰ ف الرحال کہا تھا کہ اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھ لو مسجد میں آنے کی ضرورت نہیں۔ بات یہ ہے کہ وہ اذان تو وقت پر تھی اس لئے ادائے سنت کے لئے اعلان کے ساتھ اذان دیکر لا صلوٰ ف الرحال کہا تھا تاکہ لوگ پریشانی سنبھیں۔ بخلاف حافظ جنازہ کی اذان کے کہ بیوقت تھی اس لئے خود پریشانی کا سبب تھی اُن سے کوئی پوچھے کہ جب تم کو بلا نام مقصود نہیں اور نہ ۱۲ - ۲ بجے لوگ سکیں تو پھر ایسے وقت میں چلا کر اذان دینے کی کیا ضرورت تھی آئیستہ ہی اذان کہہ لی ہوتی اس سے بھی سنت ادا ہو جاتی عرض شریعت نے جائی گئے کے ساتھ ذکر و استغفار و صلوٰۃ کو بھی مشروع فرمایا ہے محض بیداری پر اکتفا نہیں کیا پھر اس میں بھی کوئی یہ قید نہیں کہ دو بجے انھوں یا تین بجے انھوں بس صبح سے پہلے انھنہا چاہئے حق تعالیٰ نے حضور کو خطاب فرمایا ہے۔ انربک یعلم انک تقو مراد نے

من ثلثی اللیل و نصفہ و ثلثہ و طائفۃ من الـنین معلوٰت و اللہ  
یقدِّر اللیل و النہار اے آپ کے پیرو رددگار کو معلوم ہے کہ آپ کبھی دو تھائی  
رات سے پچھلے جاتے ہیں کبھی آدھی رات اور کبھی تھائی رات جاتے ہیں اور ایک  
جماعت بھی ان لوگوں میں سے جو آپ کی ساتھ ہے اس کے بعد فرماتے ہیں  
وَاللَّهُ يَقْدِرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ كہ رات اور دن کا پورا اندازہ حق تعالیٰ ہی  
اکرتے ہیں یہ جملہ سیکار نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم اندازہ ٹھیک طور پر نہیں کر سکتے  
کہ ہمیشہ ایک ہی وقت پر اٹھواں لئے کسی خاص وقت کی تعیین لازم نہیں کی  
جاتی جب آنکھ کھل جائے اُسی وقت اٹھ جانا چاہئے یہی معنی ہیں اس کے جو فرمایا  
ہے علم ان لئے تخصیصہ فتاب علیکم فاقر و امانتیسرا من القرآن اور  
پھر بیماروں کو اور کسب معاش کرنے والوں کو وقت تھی ان کی آنکھ بعض دفعہ  
صحیح کے قریب ہی کھلتی ہے تو ارشاد فرماتے ہیں علم ان سیکون من کم  
مرضی والخرون یضم بون فی الارض بیتغون من فضل اللہ والخرون  
یقاتلون فی سبیل اللہ فاقر و امانتیسرا من یعنی بیماروں اور  
مسافروں کو زیادہ بیداری معااف ہے ان کی جب آنکھ کھل جائے صحیح سے  
پہلے پہلے وہ بتنا قرآن پڑھ سکیں نماز میں پڑھ لیا کریں چاہے دو ہی رکعت پڑھ لیا  
کریں اس سے بھی کامل تواب مل جائے گا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو حدیث میں آتا  
ہے کہ بعد وتر کے دور کعْت پڑھ لیا کرے اس کی لنسیت کفتاہ وارد ہے جس  
کی ایک تفسیر ہے کہ اس سے بھی تجد کا تواب مل جاتا ہے سیحان اللہ بیماری  
روؤں کی بھی تو رعایت ہے کہ تجارت کے لئے سفر کرو تو طویل بیداری معااف  
ہے بتنا ہو سکے کر لیا کرو کوئی طبیب ایسا ہے جو یوں کہے کہ اس شنیخ میں سے  
آدھا پی لو بیار بع پی لو یا ایک گھوٹ ہی پی لو تو صحیت کے لئے کافی ہے ایسا کوئی  
طبیب نہ ملے گا وہ تو قدح ہی پلاوے گامگر حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ رعایت پر  
رعایت فرماتے جاتے ہیں کہ زیادہ نہ ہو سکے تو اخیر شب میں دور کعْت ہی پڑھ لو

اتنا بھی نہ ہو سکے تو سونے سے پہلے تو تر کے بعد دور کعت پڑھ لو یا رات کو دو تین پار بحاجن اللہ ہی کسلوبس کافی ہے۔ غرض یہاں بھی ترک منام کے ساتھ فعل مشروع ہوا ہے مغض بیداری پر اتفاقاً نہیں فرمایا۔ اور اس میں ایک مسئلہ و قیقہ پر تنبیہ فرمادی ہے۔ تمید اس کی یہ ہے کہ بعض لوگ مجاهدات معنے تروک یہی کو مقصود سمجھ جلتے ہیں ان میں بعض تو ملحد ہیں جو ضرورت اعمال ہی کے منیکریں اُن نے تو اس وقت بحث نہیں غضیق تو یہ کہ بکرشت اہل عالم کا بھی یہی حال ہے گو اعتماد ہنور کوہ مجاهدات صلیل طعام اولقلیل منا اولقلیل کام اولقلیل اختلاط مع الانعام نہایت اہتمام سے اختیار کرتے ہیں اور گوجانے ہیں کہ ان سے مقصود سہولت فی الاعمال ہے مگر باوجود اس کے پھر کیفیات کو حالاً مقصود سمجھتے ہیں اور اعمال کو حالاً اصل مقصود نہیں سمجھتے گو اُن کا یہ اعتماد نہ ہو مگر بر تاؤ بھی ہے چنانچہ مجاهدات کے بعد جب اُن پر کیفیات ذوق و شوق و لشاط کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کام میں لگے رہتے ہیں اور جہاں کبھی کسی وجہ سے ان کیفیات میں کمی پیدا ہوئی تو اب یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا مجاهدہ ہی بیکار ہوا اور ہمارا رتبہ خدا کے یہاں کم ہو کیا پھر اس خیال کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اعمال ہی سے بے رغبتی ہو جاتی ہے اب اگر جاہل ہے تو اعمال بالکل چھوٹ گئے اور اگر پے ہوئے تو استغفار میں لگ گئے تاکہ وہ کیفیت عوہ کر آئے۔ استغفار اب جی چنیز ہے مگر اس حالت کا تو علاج نہیں خود غلط بود اپنے ماپنداشت سیکھ تھا را وہ خیال ہی غلط ہے کہ میں مردود ہو گیا جس کے تدارک کے لئے استغفار کر رہے ہو نہ مجاهدہ بیکار ہوانہ تم مردود ہوئے اصل بات یہ ہے کہ کبھی تو ابتداء میں مجاهدہ کا اثر جدت کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے ذوق و شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور اب انس کی حالت ہے جس میں غلبہ نہیں رہا اس لئے کیفیات میں کمی ہو گئی تو بھلا استغفار سے حالت انس مبدل باللت ابتداء کیونکر ہو جائے گی کبھی کبھی بیماری کی وجہ سے کیفیات میں کمی آجائی ہے اس لئے کارافع کیونکر ہو گا۔ کبھی حق تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوتا ہے کہ ہمارا بندہ اپنے لطف کے واسطے ہی کام کرتا ہے یا ہم اُس کے مرطلوب ہیں اس لئے

کیفیات سلب کر لی جاتی ہیں یہاں استغفار سے کیسے کام چلے گا اُن مشائخ  
ایسے شخص کو استغفار تعلیم کرتے ہیں اور جب استغفار میں بھی دل نہ لگاتو گے اور  
وظیفہ بتلا دیتے ہیں جب اس سے بھی جی گھرایا تو پچھا اور بتلا دیتے ہیں ایسا شخص  
مجموعہ الارادہ ہو جاتا ہے مگر مرض اب بھی جوں کا توں ہے البتہ اگر خوش قسمتی سے  
اسے کوئی طبیب الٰہی مل گیا وہ ان تعلیمات کو سن کر کے گا۔ ۵

گفت ہردارو کے ایشان کردہ اندر ۶ آں عمارت نیست ویران کردہ اندر  
نیخبر پو دندرا زحال دروں ۷ استعین اللہ مہما یفترون  
ارے یہ قلت کیفیات کسی معصیت کی وجہ سے تھوڑا ہی تھی جو استغفار بتلا  
دیا بلکہ اس کا مشاٹو پچھا اور تھا۔ ۸

دیداز زاریش کو زار دل سست ۹ تن خوش سست اما گرفتار دل سست  
عاقشی پیدا سست از زاری دل ۱۰ نیست بیماری چوبیماری دل  
اب طبیب الٰہی علاج کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس مرض کی دو ایسے ہے کہ تم ان  
کیفیات پر التفات ہی نہ کرو اگر کیفیات نہ رہیں نہ سسی خدا تو ہے۔ ۱۱  
روز ہا گرفت گور و باک نیست ۱۲ تو چان اے آنکہ چوں تو پاک نیست  
طاعات میں صرف خدا کو مطلوب سمجھو کیفیات کو ہرگز مطلوب نہ سمجھو بلکہ  
جس کو وصال سمجھد رہے ہو اس پر بھی نظر نہ کرو کہ ہم کو یہ وصال میسر ہو گا یا  
نہیں تم صرف عمل کو مقصود سمجھو ہمت سے اسی میں لگے رہو اور زبان حال سے  
یوں کہتے رہو۔ ۱۳

یا بزم اور یا یانہ یا بزم جس تجوے می گنم ۱۴ حاصل آیہ یانہ آید آرزونے می کنم  
عارف فرماتے ہیں۔ ۱۵

فارق و وصل چہ باشد رضائی دست طلب ۱۶ کہ حیف باشد از وغیرا و تمنائے

اور ۱۷

میل من سو و وصال و میل او سوے فارق